اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کی عالمگیر دینی و علمی خدمات اور ان کے روشن افکار و نظریات کا ترجمان

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

ربیع الاوّل ۱۴۴۰ھ / دسمبر 2018

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ 1340ھ 1440ھ

العطایہ النبویۃ
فی
الفتاویٰ الرضویۃ

اردو، عربی اور فارسی
فتاویٰ پر مشتمل
30 جلدیں

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) پاکستان

Raza Research Institute
www.imamahmadraza.net

منقبت "وصل دوم در منقبت آقائے اکرم حضور غوث اعظم" رضی اللہ عنہ

"منتخب اشعار"

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا	اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا	اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا
کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا	شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا
تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدیں ہو	اے خضر مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا
ابن زہرا کو مبارک ہو عروسِ قدرت	قادری پائیں تصدق مرے دولہا تیرا
کیوں نہ قاسم ہو کہ تو ابن ابی القاسم ہے	کیوں نہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا
حسن نیت ہو خطا پھر کبھی کرتا ہی نہیں	آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا
عرض احوال کی پیاسوں میں کہاں تاب مگر	آنکھیں اے ابر کرم تکتی ہیں رستا تیرا
جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے	کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے	حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا
میری قسمت کی قسم کھائیں سگان بغداد	ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا
تیری عزت کے نثار اے مرے غیرت والے	آہ صد آہ کہ یوں خوار ہو بردا تیرا
بد سہی، چور سہی، مجرم و ناکارہ سہی	اے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا
مجھ کو رسوا بھی اگر کوئی کہے گا تو یو ہیں!	کہ وہی نا وہ رضؔا بندۂ رسوا تیرا

فخر آقا میں رضؔا اور بھی اک نظم رفیع
چل لکھا لائیں ثناخوانوں میں چہرا تیرا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

حدائقِ بخشش

ISBN 978-969-9266-04-1

بانی: مولانا سید محمد ریاست علی قادری

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

(جلد: 19) ربیع الاوّل ۱۴۴۰ھ / دسمبر 2018 (شمارہ: 12)

حُسنِ ترتیب

سالانہ عام ڈاک سے:-/500 روپے، رجسٹرڈ ڈاک سے:-/1000 روپے، بیرونِ ممالک:40 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر/بینک ڈرافٹ بنام "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔ ادارے کا کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: 00450052144503 حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (انٹرنیشنل)

25- جاپان مینشن، ریگل، صدر، جی پی او صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔ فون:32725150-21-92+ فیکس:32732369-21-92+

ای میل: imamahmadraza@gmail.com، ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

امام احمد رضا کا بر صغیر میں احناف کا مرکز بنانے کا 110 سال قبل 10 نکاتی فارمولا

{اپنی بات}

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

امام احمد رضا خاں محمدی سنی حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی علیہ الرحمہ برصغیر کی ایسی بے مثال علمی شخصیت ہے جس نے شریعت میں مذہب حنفیت کی بہت زیادہ علمی اور قلمی خدمت کی ہے اور ساتھ ہی طریقت میں قادریت کو بے پناہ تقویت پہنچائی۔ امام احمد رضا نے 55 سال مذہب حنفی پر فتویٰ نویسی فرماتے ہوئے ہزاروں اردو، فارسی اور عربی میں فتاویٰ قلمبند کئے، ساتھ ہی سینکڑوں کتابیں بھی رسائل کی صورت میں اردو، رعربی اور فارسی زبان میں تحریر کیں، جس کے باعث آپ کو اپنے زمانے کا امام ابو حنیفہ قرار دیا گیا اور عرب کے ممتاز عالم دین حافظ الکتب سید اسمٰعیل خلیل مکی نے جب 1325ھ میں آپ کے کچھ عربی فتاویٰ دیکھے تو انہوں نے آپ کے لیے جو الفاظ تحریر فرمائے وہ ملاحظہ کریں:

واللہ اقول والحق انہٗ لورائی ھا ابو حنیفۃ النعمان لاقرت عینہ ویجعل مؤلفھا من جملۃ الاصحاب۔

قسم کھا کر کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ ان فتوؤں کو اگر ابو حنیفہ نعمان دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی اور اس کے مؤلف کو اپنے تلامذہ میں شامل کر لیتے۔

(مکتوب محرہ 16 ذالحج، 1325ھ)

امام احمد رضا کی فقہ حنفی کی جزئیات پر بہت گہری نظر تھی جس کا اعتراف حکیم مولوی عبد الحئ لکھنوی نے اپنی عربی تصنیف "نزھۃ الخواطر" کی جلد ثامن میں بھی کیا ہے آپ رقمطراز ہیں:

یندر فنظیرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی وجزئیاتہ

فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر ان کو (احمد رضا) جو عبور حاصل ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے۔ (عبد الحئ لکھنوی نزھۃ الخواطر جز ثامن، مطبوعہ حیدرآباد، ص 91)

عرب کی دنیا کے ماضی قریب کے ممتاز حنفی عالم دین الشیخ السید امین عابدین الشامی (المتوفی 1252ھ / 1836ء) کی شہرہ آفاق تصنیف ردالمحتار پر امام احمد رضا کا حاشیہ "جد الممتار" عرب دنیا میں 7 جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔ جس کو آج کی عربی دنیا میں بے حد پذیرائی حاصل ہو رہی ہے اور اب امام احمد رضا کا شمار عرب دنیا میں بھی ایک بہت عظیم حنفی مفتی کی حیثیت سے ہو رہا ہے اور عرب دنیا میں امام احمد رضا کے فتاویٰ کو خاص اہمیت دی جا رہی ہے۔

اس مختصر سے تعارف کا مقصد یہ تھا کہ امام احمد رضا دورِ حاضر کے ممتاز حنفی مفتی ہیں اور مسلم ممالک خاص کر برصغیر پاک وہند، بنگلہ دیش، افغانستان، عراق، شام اور ترکی جیسے ممالک میں اکثریت احناف کی ہے۔

امام احمد رضا نے آج سے 110 سال قبل آج کے حالات کو بھانپ لیا تھا اور ان کی خواہش تھی کہ دنیا میں احناف کا ایک مجموعی مرکز قائم کیا جائے تاکہ سوادِ اعظم اہل سنّت کا بول بالا رہے اور دیگر مذہب کے نام پر اٹھنے والے فتنوں سے بچا جا سکے اور قوم کو ملّت حنیف پر ثابت قدم رکھا جائے۔

برصغیر میں اس وقت لاہور میں قائم انجمن نعمانیہ کے صدرِ ثانی محترم المقام مولانا شاہ محرم علی صاحب چشتی (المتوفی

8 دسمبر 1934ء) بانی ہفت روزہ اخبار "رفیق ہند" متشدد قسم کے حنفی عالم تھے اگرچہ طریقہ میں چشتی تھے مگر اپنے زمانے میں حنفیت کے فروغ کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ ابتداء میں آپ انجمن نعمانیہ کی مجلس انتظامیہ کے رکن کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے بعد میں آپ اس انجمن کے صدر ثانی بھی منتخب ہوگئے تھے۔ جن دنوں آپ انجمن کے ثانی صدر کی حیثیت میں خدمات انجام دے رہے تھے اس زمانے میں بہت سارے فرقے سر اٹھا رہے تھے اور سوادِ اعظم سے ہٹ کر اپنی اپنی شناخت کروا رہے تھے ایک طرف عقائد میں تفرقہ ڈالے جا رہے تھے تو دوسری طرف مذہب حنفیت کے خلاف بھی چند گروہ غلط پروپیگنڈہ کر رہے تھے اس کے اثرات عوام میں بھی منتقل ہو رہے تھے چنانچہ 1330ھ میں مولانا محرم علی چشتی نے ایک طویل استفتاء جو دس سوالوں پر مشتمل تھا امام احمد رضا کو بریلی بھیجا اور ان سے ان تمام سوالات کے عملی حل کے لیے استدعا کی۔

راقم الحروف نے جب ان 10 سوالات کا مطالعہ کیا اس سے اندازہ ہوا کہ محترم چشتی صاحب مذہباً سخت حنفی تھے اور دل کی گہرائیوں سے اس بات کے متفکر تھے کہ علمائے احناف کا ایک مرکز قائم ہونا چاہیے تاکہ حنفی مذہب کی ترویج بھرپور انداز سے کی جائے۔ آپ امام احمد رضا کی تعلیمات اور فکر سے بھی بہت متاثر تھے اور چاہتے تھے کہ امام احمد رضا کچھ عرصے لاہور میں آخر قیام کریں اور فقہ حنفی کی اس جگہ بیٹھ کر بھی خدمت کریں۔

اب ملاحظہ کریں استفتاء کا متن:

مسئلہ: از لاہور انجمن نعمانیہ، مرسلہ مولانا شاہ محرم علی چشتی صدر ثانی انجمن 15 جمادی الاخر 1330ھ۔

جناب مخدوم و معظم من حضرت مولانا صاحب ادام اللہ فیوضکم

بعد ہدیہ سلام سنت الاسلام گزارش

والانامہ رجسٹری شدہ پہنچا، مولانا مولوی حاجی خلیفہ تاج الدین احمد صاحب وہ افتخار نامہ لے کر غریب خانہ پر تشریف لائے۔ باوجود یہ کہ حضرت مولانا مولوی محمد اکرام الدین صاحب بخاری کی طبیعت پندرہ بیس روز سے سخت ناساز ہے، اسی وقت ان کو تکلیف دی گئی اور وہ بھی تشریف لے آئے۔ عریضہ ھٰذا لکھنے کے وقت دونوں صاحبان غریب خانہ پر موجود ہیں۔ جناب نے جس روشن ضمیر اور امداد باطنی سے قلم برداشتہ اس قدر عجلت میں بے نظیر اور مستند فتویٰ

[اجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللبن 1330ھ] بنصوص صحیحہ رقم فرمایا ہے، اس کو دیکھ کر میرے دونوں ہم جلیس حاضر وقت تاحال وجد میں ہیں اور بار بار "اللّٰھم بارك فی عمرھم واقبالھم ومجدھم وایما نھم وعلو شانھم فی الدارین" کا وظیفہ کر رہے ہیں مجھے تاحال بطور مطالعہ کا موقع نہ ملا کیونکہ دونوں حضرات اس کو حرز جاں بنائے ہوئے ہیں اور دو دن تک اپنے پاس رکھنے کا اصرار کر رہے ہیں اب آپ جناب براہ عنایت میرے (10) سوالات کا جواب بھی ارشاد فرمائیں۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم، جلد 12، ص 128-129، رضا اکیڈمی، بمبئی انڈیا، فتاویٰ رضویہ، جدید جلد 29، ص 591 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس کے بعد مولانا محرم علی چشتی نے اپنے دس سوالات تفصیل سے رقم کئے ہیں مگر یہاں صرف 5واں سوال نقل کر رہا ہوں اور اس کا اس جواب بھی نقل کروں گا جو میرے موضوع سے متعلق ہے بقیہ سوالات بھی انتہائی اہم مگر یہاں صفحات کی گنجائش کے اعتبار سے اس فتویٰ کی چیدہ چیدہ باتیں نقل کر رہا ہوں اور خاص کر سوال نمبر 5 کے امام احمد رضا کے دس کے دس نکات نقل کروں تاکہ دورِ حاضر کے علماء احناف ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو سکیں۔ پہلے ملاحظہ کریں سوال اور اس کے بعد امام احمد رضا کا جواب:

سوال نمبر 5: کیا جناب کی رائے میں حنیف حنفیوں کا مجموعی مرکز بنانے اور ان کو تقویت دینے کی ضرورت ہے یا نہیں اگر ہے تو اس کی کیا تدبیر جناب کے خیال مبارک میں ہیں؟

جواب نمبر 5: از امام احمد رضا

(۵)۔ خالص اہل سنت کی ایک قوت اجتماعی کی ضرور ضرورت ہے، مگر اس کے لیے تین چیزوں کی سخت حاجت ہے:

(۱)۔ علماء کا اتفاق

(۲)۔ تحمل ساق قدر بالطاق

(۳)۔ امراء کا اتفاق لوجہ الخلاق

یہاں یہ سب باتیں مفقود ہیں، فانّا للہ وانّا الیہ راجعون، ہمارے اغنیاء نام چاہتے ہیں، معصیت بلکہ صریح ضلالت میں ہزاروں اڑادیں، خزانوں کے منہ کھول دیں، یونیورسٹی کے لیے کتنی جلد تیس لاکھ جمع ہو گیا۔ مدرسہ دیوبند کو ایک عورت نے پچاس ہزار دے دیا، مگر کسی سُنی مدرسہ کو بھی یہ دن نصیب ہوا؟ اوّل تو تائید دین ومذہب جن کا نام لیے گھبرائیں گے، میاں! یہ ان مولویوں کے جھگڑے ہیں اور شرما شرمی خفیف وذلیل چندہ بھی مقرر کیا تو:

لایؤدہ الیك الا مادمت علیہ قائما۔

وہ تجھے پھیر کر نہ دے گا مگر جب تک سر پر سوار ہو۔

(القرآن الکریم ۳/ ۷۵)

بلکہ تقاضا کیجئے تو بگڑیں اور ڈھیل دیجئے تو سور ہیں، ادھر ہمارے کارکنوں کو وہ چال وہ جال معلوم نہیں جس سے وہابیہ خذلھم اللہ تعالیٰ۔(اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے،ت) بندگانِ خدا کو چھل کر نہ صرف اپنے ہم مذہبوں بلکہ اپنے ہم مشربوں سے روپیہ اینٹھتے ہیں، اس کے لیے ریا و نفاق ومکر و خداع و بے حیائی و بے عزتی لازم ہے، وہ نہ آپ میں ہے نہ آپ کی شریعت اس کی اجازت دے، پھر کہیے کام کیوں کر چلے۔ **ابھی ایک نمبری وہابی ایک بااثر صوفی کے یہاں چندہ لینے گیا انہوں نے فرمایا سنا ہے تم احمد رضا کے مخالف ہو، کہا حاشا میں تو اسی در کا کتّا ہوں، کتا بن کر پانچ سو لے آیا۔**

علماء کی یہ حالت ہے کہ رئیسوں سے بڑھ کر آرام طلب ہیں، حمایتِ مذہب کے نام سے گھبراتے ہیں، جو بندہ خدا اپنی جان اس پر وقف کرے اسے احمق بلکہ مفسد سمجھتے ہیں۔ مداہنت ان کے دلوں میں پیری ہوئی ہے۔ ایامِ ندوہ میں ہندوستان بھر کا تجربہ ہوا۔ عباراتِ ندوہ سُن کر ضلالت ضلالت کی رَٹ لگا دیں اور جب کہئے حضرت لکھ دیجئے، بھائی لکھواؤ نہیں، ہمارے فلاں دوست برا مانیں گے۔ ہمارے فلاں استاد کو بُرا لگے گا، بہت کو یہ خیال کہ مفت میں اوکھلی میں سر دے کر موسل کون کھائے، بدمذہب دشمن ہو جائیں گے، دانتوں پر رکھ لیں گے۔ گالیاں، پھبتیاں اخباروں اشتہاروں میں چھاپیں گے، طرح طرح کے بہتان، افتراء اچھالیں گے۔ اچھی بچی جان کو کون جنجال میں ڈالے۔ بعض کو یہ کد کہ حمایتِ مذہب کی تو صلح کلی نہ رہے گی۔ ہر دل عزیزی جا کر پلاؤ، قورمے، نذرانہ میں فرق آئے گا۔ یا کم از کم آؤ بھگت تو عام نہ رہے گی۔

اتفاقِ علماء کا یہ حال کہ حسد کا بازار گرم، ایک کا نام جھوٹوں بھی مشہور ہوا تو بہترے سچے اس کے مخالف ہو گئے اس کی توہین تشنیع میں گمراہوں کے ہم زبان بنے کہ ''ہیں'' لوگ اسے پوچھتے ہیں اور ہمیں نہیں پوچھتے۔ اب فرمائیں کہ وہ قوم کو اپنے میں کسی ذی فضل کو نہ دیکھ سکے، اپنے ناقصوں کو کامل قاصروں کو ذی فضل بنانے کی کیا کوشش کرے گی۔ حاشا یہ کلیہ نہیں مگر للاکثر حکم الکل (اکثر کا حکم وہی ہوتا ہے جو کل کا ہوتا ہے۔ت)

الحمدللہ یہاں متکلم عموم کلام سے ضرور خارج ہے۔ ولوجہ ربی الحمد ابدا (میرے پروردگار کی ذات کے لیے ہمیشہ حمد ہے۔ت) فقیر میں لاکھوں عیب ہیں مگر میرے رب نے مجھے حسد سے بالکل پاک رکھا ہے، اپنے سے جسے زیادہ پایا اگر دنیا کے مال و منال میں زیادہ ہے قلب نے اندر سے اسے حقیر جانا، پھر حسد کیا حقارت پر؟

اور اگر دینی شرف و افضال میں زیادہ ہے اس کی دست بوسی و قدم بوسی کو اپنا فخر جانا، پھر حسد کیا اپنے معظم

بابرکت پر؟ اپنے میں جسے حمایتِ دین پر دیکھا اس کے نشر فضائل اور خلق کو اس کی طرف مائل کرنے میں تحریراً و تقریراً ساعی رہا۔ اس کے لیے عمدۃ القاب وضع کر کے شائع کیے جس پر میری کتاب "المعتمد المستند" وغیرہ شاہد ہیں، حسد شہرت طلبی سے پیدا ہوتا ہے اور میرے رب کریم کے وجہِ کریمہ کے لیے حمد ہے کہ میں نے کبھی اس کے لیے خواہش نہ کی بلکہ ہمیشہ اس سے نفور اور گوشہ نشینی کا دلدادہ رہا۔ جلسوں انجمنوں کے دوروں سے دور رہنا انہیں دو وجہ پر تھا۔ اول حُبِّ خمول دوم:

زمانہ می نخرد عیب و غیر از نیم نیست
کجا برم خر خود را باین کساد متاع

(زمانہ عیب دار کو خرید تا نہیں اور میرے پاس اس کے علاوہ نہیں ہے۔ اس کھوٹے سامان کے ساتھ اپنے گدھے کو کہاں لے کر جاؤں۔ ت)

اور اب تو سالہا سال سے شدت ہجوم کار وانعدامِ کلی فرصت و غلبہ ضعف نقاہت نے بالکل ہی بٹھا دیا ہے، جسے میرے احباب نے نازک مزاجی بلکہ بعض حضرات نے غرور و تکبر پر حمل کیا۔ اور اللہ اپنے بندہ کی نیت جانتا ہے، بالجملہ اہل سنت سے امور ثلٰثہ مفقود ہیں پھر فرمائیں صورت کیا ہو۔

دفع گمراہان میں جو کچھ اس حقیر ہیچ میرز سے بن پڑتا ہے بحمد اللہ تعالیٰ ۱۴ برس کی عمر سے اس میں مشغول ہے۔ اور میرے رب کریم کے وجہِ کریم کو حمد کہ اس نے میری بساط، میرے حوصلے، میرے کاموں سے ہزاروں درجہ زائد اس سے نفع بخشا۔ باقی جو آپ چاہتے ہیں اسی قوت متفقہ پر موقوف ہے جس کا حال اوپر گزارش ہوا۔ بڑی کمی امراء کی بے توجہی اور روپے کی ناداری ہے، حدیث کا ارشاد صادق آیا کہ: وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دین کا کام بھی بے روپیہ کے نہ چلے گا۔

(کشف الخفاء حدیث ۳۲۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۲/۳۶۶)

کوئی باقاعدہ عالی شان مدرسہ تو آپ کے ہاتھ میں نہیں، کوئی اخبار پرچہ آپ کے یہاں نہیں، مدرسین، واعظین، مناظرین، مصنفین کی کثرت بقدرِ حاجت آپ کے پاس نہیں۔ جو کچھ کر سکتے ہیں فارغ البال نہیں۔ جو فارغ البال ہیں وہ اہل نہیں۔ بعض نے خونِ جگر کھا کر تصانیف کیں تو چھپیں کہاں سے۔ کسی طرح سے کچھ چھپا تو اشاعت کیونکر ہو۔ دیوان نہیں، ناول نہیں کہ ہمارے بھائی دو آنے کی چیز کا ایک روپیہ دے کر شوق سے خریدیں، یہاں تو سر چپیٹنا ہے روپیہ وافر ہو تو ممکن کہ یہ سب شکایت رفع ہوں۔

اول عظیم الشان مدارس کھولے جائیں باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

ثانیاً طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نخواہی گرویدہ ہوں۔

ثالثاً مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں کہ لالچ سے جان توڑ کر کوشش کریں۔

رابعاً طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔ یوں ان میں کچھ مدرسین بنائے جائیں، کچھ واعظین کچھ مصنفین، کچھ مناظرین، پھر تصنیف و مناظرہ میں بھی توزیع ہو، کوئی کسی فن پر کوئی کسی پر۔

خامساً ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً وعظاً و مناظرۃً اشاعت دین و مذہب کریں۔

مولانا! اس گئی گزری حالت میں تو کوئی بفضلہ تعالیٰ آپ کے سامنے آ نہیں سکتا۔ دور سے غُل مچاتے اور وقت پر دُم دباتے ہیں۔ جب آپ کے اہل علم یوں مل میں پھیلیں اس وقت کون ان کی قوت کا سامنا کر سکتا ہے۔

سادساً حمایت (مذہب) وہ رَدِّ بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

سابعاً تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت شائع کیے جائیں۔

ثامناً شہروں شہروں آپ کے سفیر نگران رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں۔ آپ سرکوبیٔ اعداء کے لیے اپنی فوجیں میگزین رسالے بھیجتے رہیں۔

تاسعاً جو ہم میں قابل کار، موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کرکے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

عاشراً آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

میرے خیال میں تو یہ تدابیر ہیں، آپ اور جو کچھ بہتر سمجھیں افادہ فرمائیں، بلکہ مولانا! روپیہ ہونے کی صورت میں اپنی قوت پھیلانے کے علاوہ گمراہوں کی طاقتیں توڑنا بھی اِن شاءاللہ العزیز آسان ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ گمراہیوں کے بہت سے افراد صرف تنخواہوں کے لالچ سے زہر اگلتے پھرتے ہیں۔ ان میں جسے دس کی جگہ بارہ دیجئے اب آپ کی سی کہے گا، یا کم از کم بہ لقمہ درختہ بہ تو ہو گا۔

دیکھئے حدیث کا ارشاد کیسا صادق ہے کہ: آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درہم و دینار سے چلے گا۔[۱]

(۱ کشف الخفاء حدیث ۳۲۶۹ دار لکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۶۶)

اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام ہے، عالم ما کان و مایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، از امام احمد رضا، جلد 29، ص 597-600)

امام احمد رضا کے یہ 10 نکات آج بھی کتنے اہم ہیں اس کا اظہار دورِ حاضر کے ممتاز عالم دین اور اہلِ سنّت کے نمائندہ مفتی چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان، صدر تنظیم المدارس پاکستان اور دارالعلوم نعیمیہ کے پرنسپل جناب مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب کا اظہارِ خیال ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے امام احمد رضا کی 35ویں سالانہ کانفرنس کے موقع پر اپنے پیغام میں کیا تھا:

"امامِ اہلِ سنّت، مجدّدِ دین وملّت، مفکرِ اسلام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں قادری محدّثِ بریلی نوّر اللہ مرقدہٗ اپنے عہد کے عظیم ترین مفسر، محدّث، فقیہ اور دینی وعصری علوم کے جامع تھے۔ ان کی شخصیت پر "جامع الکل فی الکل" کا اطلاق سجتا ہے۔ 33 ضخیم مجلّدات پر ان کا مجموعۂ فتاویٰ الموسوم "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" اردو زبان میں تحقیقی فتاویٰ کا سب سے بڑا مجموعہ ہے، بلکہ یہ کہنا بجا ہے کہ بہت سے نامی گرامی علمی اداروں کا فقہ و فتاویٰ کا مجموعی علمی اثاثہ بھی اس کے ہم پلہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ مجموعۂ فتاویٰ تمام علوم کا جامع ہے اور اگر کوئی اسے کسی ماہرِ فقہ وفتویٰ سے سمجھ کر پڑھ لے تو محض فتاویٰ رضویہ کے بَل پر بھی ایک مستند وثقہ مفتی بن سکتا ہے۔

الحمد للہ فقہِ حنفی میں مسلّمہ ماخذ کا درجہ رکھنے والی علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "ردالمحتار علی الدرالمختار" پر اعلیٰ حضرت کا حاشیہ "جدالممتار" کے نام سے عالَمِ عرب میں طبع ہو چکا ہے اور اہلِ علم سے پذیرائی حاصل کر چکا ہے۔ اسی طرح سے "انباء الحی" اور "الدولۃ المکیہ بالمادّۃ الغیبیہ" کو بھی علماءِ عرب نے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

میری نہایت مؤدبانہ گزارش ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اہلِ سنّت وجماعت کی نشأۃ ونہضت (RENASCENCE) کے لیے فتاویٰ رضویہ، ج 29، ص 599 پر جو دس نکاتی منشور پیش کیا ہے اور جو ان کی ساری علمی زندگی کی سوچ وبچار کا نچوڑ ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ اُن کے وصال کو چھیانوے سال گزرنے کے باوجود آج بھی وہ منشور اہلِ سنّت کی ترجیحات میں شامل نہیں ہے۔ اپنے دور میں انہوں نے اہلِ سنّت کی زبوں حالی پر اپنا دردِ دل کشید کرکے اس شعر کی صورت میں بیان کیا تھا:

مرا سوزیست اندر دل، اگر گویم، زباں سوزد

وگر دم در کشم، ترسم کہ مغزِ استخواں سوزد

یعنی میرے دل میں اُمّت کی بے عملی اور ناکامیوں پر ایسی تپش ہے کہ اگر اپنے جذبات کو زبان پر لاؤں، تو زبان جَل جائے اور اگر سانس کو روکے رکھتا ہوں تو اندیشہ ہے کہ اس دردِ ملّی و مسلکی کی تپش سے ہڈیوں کا مغز تک جَل جائے گا۔ اسی مفہوم کو کسی شاعر نے اردو میں اِن الفاظ میں منظوم کیا ہے:

اگر سچ کہتا ہوں، مزا الفت کا جاتا ہے

اگر چپ رہتا ہوں، کلیجہ منہ کو آتا ہے

احمد فراز نے اس درد کو اِن الفاظ میں منظوم کیا ہے:

لب ودہن بھی ملا، گفتگو کا فن بھی ملا

مگر جو دل پہ گزرتی ہے، کہہ سکوں بھی نہیں

اگر اہلِ سنّت وجماعت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کے اس منشور کو آج بھی حرزِ جاں بنالیں اور اس پر عمل شروع کردیں، تو مجھے سو فیصد یقین ہے کہ ہمارے اندازے سے بھی کم وقت میں ہم رفعت و سرفرازی کی منزل سے ہمکنار ہوسکتے ہیں ورنہ بے عملی اور محبت کے خالی خولی خود ساختہ دعووں سے کبھی بھی انقلاب برپا نہیں ہوتے اور نہ ہی یہ نتیجہ خیز ثابت ہوتے ہیں۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا اعلیٰ حضرت کی شخصیت کو معاصر علمی دنیا کے سامنے متعارف کرانے اور علمی وجاہت کے بل پر منوانے کے لیے جو گراں قدر کاوشیں کررہا ہے، اس کی ہم دل وجان سے تحسین کرتے ہیں، ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں اور الحمدللہ یہ نتیجہ خیز بھی ثابت ہورہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان خدماتِ جلیلہ پر اُنہیں ماجور فرمائے اور ان کے اخلاص اور مساعیٔ جمیلہ میں مزید برکات عطا فرمائے''۔

(مجلہ امام احمد رضا کانفرنس، 2014ء، ص 4)

راقم الحروف امید کرتا ہے کہ دورِ حاضر کے تمام علماء اہلِ سنّت اس 10 نکاتی فارمولے کو اگر بغور مطالعہ کرلیں اور نیک نیّتی کے ساتھ اہلِ سنّت کے مابین علماء کے اتحاد کی کوشش کریں تو بہت ممکن ہے کہ ہم اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کرلیں، مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی اس پیغام کو بھی بغور پڑھ لیں تو اتحاد کرنے میں کوئی چیز مانع نہ ہوگی۔ راقم نے بھی 2003ء میں ایک مضمون بعنوان ''اتحاد بین العلماء اہلِ سنّت تعلیماتِ رضا کی روشنی میں'' لکھا تھا اور اس میں بھی آخر میں یہ ہی عرض کیا تھا کہ اگر امام احمد رضا کے اس 10 نکاتی فارمولے کو اہلِ سنّت و جماعت کے تمام علماء ومشائخ اپنے ذاتی اور سیاسی مفاد کو بالائے طاق رکھ کر اور نیک نیّتی کے ساتھ اس کا مطالعہ کریں اور پھر سب سنجیدگی سے اس پر غور وفکر کریں تو امام احمد رضا کا یہ 10 نکاتی فارمولا اہلِ سنّت کے درمیان اتحاد کے سلسلے میں ایک جامع دستاویز ہوسکتا ہے۔

حضرت مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی کاوشوں کا اعتراف کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ ہم دل وجان سے خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں۔ حضرت کے ان الفاظ کو سامنے رکھتے ہوئے ادارہ اس بات کے لیے آج بھی تیار ہے کہ اس اہم کام کے لیے اگر ادارے کو میزبانی کا شرف ملا تو یہ ایک اعزاز کی بات ہوگی اور ادارہ اس کاوش کے لیے آج بھی تیار ہے۔ اس سلسلے میں تمام علماء کو دعوتِ عام ہے کہ سنجیدگی سے غور کرتے ہوئے وقت کا تعین کریں ادارہ اس مجلس کی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار ہے۔ اللہ اپنے حبیب کے صدقے ہم کو اتحادِ بین العلماء اہلِ سنّت جلد از جلد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

◈ ◈ ◈ ◈ ◈

اکرام امام احمد رضا
از مفتی محمد برہان الحق جبل پوری

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد برہان الحق جبلپوری ابن علامہ محمد عبدالسلام جبلپوری (المتوفی 1372ھ/1952ء) ابن مولانا محمد عبدالکریم حیدرآبادی (م1317ھ/1899ء) امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز کے تلمیذ خاص، مرید خاص اور اجل خلیفہ مجاز تھے جن کا وصال 1405ھ/1985ء میں ہوا تھا جن کی زیارت کا شرف کراچی میں ان کے آخری دورے پر دھوراجی کالونی میں قیام کے دوران فقیر کو بھی حاصل ہوا۔ اس سے قبل راقم کو حضرت علامہ ضیاءلدین قادری مدنی علیہ الرحمہ (1401ھ/1981ء) کے دیدار کا بھی مدینہ پاک میں 1964ء تا 1968ء کئی دفعہ شرف حاصل ہوا۔ آپ نے اپنی تعلیم امام احمد رضا خاں کے قائم کردہ مدرسہ منظر اسلام میں 1919ء میں مکمل فرمائی اور امام احمد رضا نے جبل پور میں آپ کی اپنے ہاتھ سے دستار بندی کی اور سند خلافت بھی عطا کی۔ آپ نے امام احمد رضا کے ساتھ آخری چند سالوں میں فتویٰ نویسی کی مشقیں بھی کیں جس نے آپ کو وقت کا مستند مفتی بنادیا۔ آپ نے تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں آل انڈیا سنی کانفرنس میں بھی مرکزی کردار ادا کیا اور پاکستان کے آزاد ہونے کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے آپ کو پاکستان آکر اہم عہدوں پر خدمت کرنے کی آپ سے گذارش کی مگر آپ نے جبل پور میں ہی رہنا پسند کیا۔

حضرت مولانا مفتی برہان الحق علیہ الرحمہ کی پیدائش 21ربیع الاوّل 1310ھ/1892ء ہے اور آپ کی امام احمد رضا خاں بریلوی سے پہلی ملاقات (1322ھ/1904ء) بمبئی میں اپنے والد کے ہمراہ ہوئی تھی۔ بریلی میں آپ کی امام احمد رضا سے ملاقات 1332ھ/1913ء میں ہوئی اور جلد ہی اپنی بقیہ تعلیم کے لیے مدرسہ منظر اسلام تشریف لے آئے اور امام احمد رضا کی صحبت خاص اور نظر شفقت میں نہ صرف تعلیم مکمل کی بلکہ فتویٰ نویسی کی اعلیٰ تربیت بھی حاصل ہوئی۔ مولانا مفتی برہان الحق علیہ الرحمہ اگرچہ 8سال خدمت شیخ میں رہے جب کہ آپ کے والد گرامی مولانا مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ اور ان کے والد مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ سے امام احمد رضا کے بہت گہرے تعلقات رہے اور امام احمد رضا اپنی انتہائی مصروفیات کے باوجود اگر سب سے زیادہ سفر انہوں نے کئے تو وہ جبلپور کا شہر ہے اور قیام ہمیشہ مولانا عبدالسلام کے مدرسہ اور خانقاہ میں رہا۔

امام احمد رضا کے چونکہ مولانا عبدالسلام جبلپوری کے ساتھ بہت دیرینہ تعلقات تھے اس لیے بعض دفعہ دو دو تین تین ہفتے حضرت کا وہاں قیام رہا اس دوران مولانا عبدالسلام اور مولانا برہان الحق کے سامنے بہت سارے واقعات پیش آئے، ان واقعات کو یادداشتوں کی صورت میں اور وہ واقعات جو انہوں نے اپنے والد ماجد سے سن رکھے تھے ان سب کو حضرت برہان الحق جبل پوری نے لکھ کر رکھا ہوا تھا۔ یہ بات ہے 1399ھ/1979ء کی جب پاکستان میں امام احمد رضا پر تحقیق کا سلسلہ شروع ہوا جس کا سہرا یقیناً سیدی استاذی حضرت علامہ مولانا پروفیسر ڈاکٹر شیخ طریقت محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی مظہری (م2008ء) ابن مولانا مفتی مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ

کے سر ہے جنہوں نے پاکستان میں امام احمد رضا پر صحیح معنوں میں تحقیق کا آغاز کیا اور جلد ہی ایک ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، جناب سید ریاست علی قادری علیہ الرحمہ (م1992ء) کے ساتھ مل کر قائم کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک خط حضرت مفتی برہان الحق قادری علیہ الرحمہ کو جبلپور ارسال کیا کہ چونکہ آپ خلیفہ، تلمیذ اور مریدِ خاص رہے اور آپ نے کئی واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں اس کا حال احوال اگر لکھ کر بھیجیں تو اس کو شائع کیا جائے تاکہ امام احمد رضا سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات سامنے آسکیں۔ حضرت برہان الحق جبلپوری علیہ الرحمہ نے اپنا لکھا ہوا مسودہ 1980ء میں حضرت مسعودِ ملّت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کو کراچی بھجوا دیا۔ پروفیسر صاحب نے اس مسودے کو ترتیب دیا ساتھ ہی جہاں حاشیہ ضروری سمجھے حاشیہ بھی لکھے اور اس کو لاہور بھیج دیا اور مجلسِ رضا لاہور نے اس کو "اکرامِ امام احمد رضا" کے نام سے 1981ء میں شائع کر دیا جس کو بعد میں کئی دوسرے ادارے شائع کرتے رہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسودے کو 9/ابواب میں تقسیم کیا ہے:

(1)۔ امام احمد رضا اور مولانا عبد الکریم حیدر آبادی۔

(2)۔ امام احمد رضا اور مولانا محمد عبد السلام جبل پوری۔

(3)۔ ندوۃ العلماء۔

(4)۔ امام احمد رضا اور مفتی محمد برہان الحق جبل پوری۔

(5)۔ اسفار امام احمد رضا۔

(6)۔ تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات۔

(7)۔ وصال امام احمد رضا۔

(8)۔ مکاتبِ امام احمد رضا۔

(9)۔ نوادراتِ امام احمد رضا۔

سب سے پہلے باب اوّل میں مختصر احوال حضرت مولانا عبد الکریم حیدر آبادی کے ملاحظہ کریں جس کو مولانا محمد برہان الحق جبلپوری نے رقم کیا:

فقیر حقیر عبد الباقی محمد برہان الحق قادری رضوی جبل پوری، اپنے استاد و مرشد اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اکرامات وانعامات واحسانات، علمی وظاہری، باطنی وصوری، معنوی و روحانی فقیر بے توقیر کے خاندان پر ہوئے اور ہیں، ان کا مختصر خاکہ سپردِ قلم کرنے کی سعادت و برکت حاصل کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

حضرتِ جدِ امجد مولانا شاہ محمد عبد الکریم حیدر آبادی اور اعلیٰ حضرت کی آپس میں ملاقات نہیں ہوئی، اعلیٰ حضرت کا شباب تھا اور جدِ امجد کی ضعیفی کا زمانہ تھا، دونوں بزرگوں کے درمیان کچھ تحریری سلسلۂ تعارف تھا جس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے والدِ ماجد مولانا محمد مفتی نقی علی خاں کی مندرجہ ذیل چار مطبوعہ تصانیف جدِ امجد کے نام ارسال فرمائیں:

1۔ اصولِ الرشاد لقمع مبانی الفساد۔

2۔ جواہر البیان فی اسرار الارکان۔

3۔ ہدایۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیہ۔

4۔ سرور القلوب بذکر المحبوب۔

ہر کتاب کے سرورق کے حاشیے پر تحریر ہے:

مولانا مولوی محمد عبد الکریم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

فقیر احمد رضا خاں عفی عنہ

۷رجمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ ہجری

جدِ امجد کا وصال ۱۶رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ کو ہوا۔

وصال کے فوراً بعد بذریعہ تار برقی اطلاع دی گئی۔ اعلیٰ حضرت نے تعزیت و تلقینِ صبر و استقامت کے ساتھ عربی میں جو قطعۂ تاریخ تحریر فرمایا، بلاشبہ فصاحت وبلاغت کا ایک شاہکار ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

قیل مات الزکی عبدالکریم

قلت کلّابل احتظی بدوام

حی عن بنیه فکیف یموت
انما البیت هالك الاوهام
ایموت الذی خلف؟
سلم الله مثل عبدالسلام
جبل الدین راسخ بقیامه
فی جبلفور شامخ الاعلام
قلت تاریخ عیشه الابدی
دام عبدالکریم خلد کرام
۱۳۱۷ھ

یہ کتبہ مقبرے شریف کے مغربی دروازے کی داہنی جانب باہر سنگِ مرمر پر کندہ، دیوار میں نصب ہے۔

دوسرے باب میں حضرت اپنے والد ماجد محمد عبد السلام جبل پوری کے حوالے سے چند واقعات نقل کرتے ہیں:

حضرتِ جدِ امجد نے اپنی زندگی میں والدِ ماجد مولانا عبدالسلام کو اعلیٰ حضرت کی طرف متوجہ کیا چنانچہ ۱۳۱۳ھ /۶۔۱۸۹۵ء میں بریلی میں ندوۃ العلماء کا اجلاس ہوا، والدِ ماجد کے نام خصوصی دعوت نامہ آیا، حضرتِ جدِ امجد نے خوشی سے اجازت دیدی اور فرمایا:

"ندوہ میں شریک ہو یا نہ ہو لیکن مولانا احمد رضا خاں صاحب سے ضرور ملنا، اس وقت ان کا علم و فضل و کمال اپنی وسعت و تابانی اور تحقیق و تدقیق کے لحاظ سے بے نظیر و بے مثال، انتہائی عروج و کمال پر ہے، جس طرح بھی ہو مولانا کی خدمت میں رہ کر جتنا فیض حاصل کر سکو، تمہارے خاندان کے لیے باعثِ رحمت و برکت و سعادت و سربلندی ہو گا، بریلی میں ندوہ کا یہ اجلاس تمہارے لیے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب سے علم و فضل و سعادت حاصل کرنے کا انشاء اللہ ذریعہ اور سبب ہے"۔

والدِ ماجد بریلی روانہ ہوئے، الہٰ آباد سے مولانا شاہ محمد حسین صاحب کا ساتھ ہو گیا، اجلاس میں شرکت ہوئی لیکن مولانا محمد حسین الہٰ آبادی کے اعتراض پر شبلی کی برہمی اور بدزبانی نے بدمزگی پیدا کر دی چنانچہ یہ دونوں حضرات جلسے سے واک آؤٹ کر گئے، چلتے ہوئے والد ماجد نے امام احمد رضا کے رسالے "سوالاتِ حقائق نمابرؤس ندوۃ العلماء" پر دستخط کر کے شبلی کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا:

"اس کے ہر سوال کا مفصل جواب دے کر مطمئن کرنا آپ کا اور آپ کے تمام ہم خیال اراکین کا ذمہ ہے اور آپ سب کا اخلاقی فرض ہے"

اس واقعہ کے بعد والد ماجد محلہ سوداگراں (بریلی) میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ ان کی پہلی حاضری تھی۔ والدِ ماجد نے ایک پرچہ پر اپنا نام لکھ کر ایک بچہ کے ہاتھ اندر بھیجا، چند منٹ بعد اعلیٰ حضرت باہر تشریف لائے، السلام علیکم فرمایا۔۔۔ہاتھ میں ایک لفافہ تھا، والد ماجد سے معانقہ کیا اور فرمایا:

یہ آپ کے والدِ ماجد حضرتِ مولانا عبد الکریم صاحب کی کرامت ہے کہ ابھی مجھے لفافہ ملا، خط پڑھ رہا تھا اور اس فقرہ پر نظر تھی:

"فقیر زادہ عبد السلام حاضر ہو رہا ہے، اس پر نظرِ کرم فرما کر اپنی تربیت اور سرپرستی میں فیضان علوم ظاہری و باطنی سے اسے عزت و سرفرازی بخشیں۔

عین اسی وقت آپ کا رقعہ ملا، آپ کا اسمِ گرامی پڑھ کر معاً متصور ہوا کہ یہ آپ کے والدِ محترم مولانا عبد الکریم صاحب کی کرامت ہے کہ وہ روحانی طور پر خط کے ذریعہ آپ کو اس فقیر کے سپرد فرما رہے ہیں اور آپ کا ہاتھ فقیر کے ہاتھ میں دے رہے ہیں، ماشاء اللہ وبارك اللہ۔"

اعلیٰ حضرت نے والدِ ماجد کو اپنے قریب بٹھاتے ہوئے حضرتِ جدِ امجد کی خیریت پرسی کے بعد بریلی آنے کا سبب دریافت فرمایا، والدِ ماجد نے ندوہ کی روداد، شبلی سے

گفتگو، سوالاتِ حقائق نما کے ٹائیٹل پر مجلس عاملہ کے خصوصی رکن کی حیثیت سے دستخط کے ساتھ چند اہم کلمات کہتے ہوئے شبلی کے ہاتھ میں رسالہ دینے کا پورا واقعہ سنایا۔ اعلیٰ حضرت نے توجہ کے ساتھ تمام واقعات سن کر والد ماجد کو سینے سے لگا کر فرمایا:

ماشاء اللہ! آپ نے فقیر کی بہترین نیابت و وکالت فرمائی، بارك اللہ!

اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں صاحب کی تعلیم کا یہ آخری دور تھا چنانچہ والدِ ماجد بھی انہیں کے ساتھ امام احمد رضا کے درس میں شریک ہوگئے اور دس مہینے مسلسل امام احمد رضا کے فیض علمی و عملی، ظاہری و باطنی، صوری و معنوی اور بیعت وارشاد کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے والدِ ماجد کی علمی و عملی، ذہنی و اخلاقی قابلیت وصلاحیت کا بنظرِ عمیق معائنہ فرمایا اور پھر افتاء و وعظ اور درس کی اجازت کے ساتھ ساتھ مختلف سلاسل میں بیعت واجازت اور خلافت سے سرفراز فرمایا، عربی میں ایک سند عطا فرمائی اور دستارِ فضیلت سے نوازا۔

اعلیٰ حضرت والدِ ماجد پر بہت کرم فرماتے تھے اور ان کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء کو امام احمد رضا، جبل پور تشریف لائے، ۲۶ / جمادی الثانیہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹ / مارچ ۱۹۱۹ء کو مدرسہ برہانیہ میں جلسۂ دستارِ فضیلت ہوا، اس میں امام احمد رضا نے تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر ایک عجیب شاہکار تھی، ہر فرد محوِ سماعت تھا اور اکثر کے آنسو جاری تھے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتِ شان و رفعتِ مکان اور محبت و فنائیت کا جو بیان فرمایا وہ آپ ہی کا حق تھا۔ دورانِ تقریر حضرت والدِ ماجد کے متعلق کچھ قیمتی ارشادات اور بہترین کلماتِ خیر ارشاد فرمانے کے بعد نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

"اے جبل پور کے مسلمانو! مولانا عبد السلام کی ذاتِ ستودہ صفات صرف تمہارے لیے ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کے لیے عید الاسلام ہے اور میں آج سے مولانا عبد السلام کے القاب میں خطابِ "عید الاسلام" کا اضافہ کرتا ہوں، آئندہ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ عید الاسلام بولا اور لکھا جائے"۔

ان مقدس کلمات کے سنتے ہی مجمع نے بلند آواز سے والہانہ انداز میں تکبیر کہہ کر خلوص و محبت کے ساتھ مسرت کا اظہار کیا۔ والدِ ماجد اعلیٰ حضرت کے قدموں کی طرف جھکے، اعلیٰ حضرت نے سینے سے لگالیا اور دیر تک لگائے رہے، عجب روح پرور، ایمان افروز اور دلکش منظر تھا اور نزول رحمت و برکت و سعادت کا وقت تھا، نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے فضا گونج رہی تھی، والد نے اعلیٰ حضرت کے دستِ اقدس کا بوسہ لیا، اعلیٰ حضرت نے آپ کی پیشانی چومی، جب تک یہ منظر رہا، پورا مجمع کھڑا نعرہائے تکبیر و رسالت لگاتا رہا، پھر اعلیٰ حضرت منبر پر رونق افروز ہوئے اور مجمع بھی بیٹھ گیا۔

چوتھے باب میں خود مفتی محمد برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ نے اپنے حال احوال اور امام احمد رضا سے ملاقات اور ان کی خدمت میں رہتے ہوئے جو مشاہدات سامنے آئے تھے ان کو قلمبند کیا ہے ملاحظہ کیجئے چوتھے باب کے چند اہم اقتباسات:

"جس سال اعلیٰ حضرت نے والد ماجد مولانا شاہ محمد عبد السلام کو سندِ اجازت عطا فرمائی (یعنی ۱۳۱۳ھ میں) میری عمر تین سال کی تھی، میری ولادت پنجشنبہ ۲۱ / ربیع الاوّل شریف ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء کو نمازِ فجر کے وقت ہوئی، نمازِ فجر کے بعد جدِ امجد مولانا محمد عبد الکریم تلاوت فرما رہے تھے، جب دادی صاحبہ نے ولادت کی خبر دی تو اس وقت آیۂ کریمہ: قد جاء کم برهان من ربکم تلاوت فرما رہے تھے، سنتے ہی فرمایا:

"الحمد للہ! برہان آگیا"

بریلی سے واپس آکر والدِ ماجد نے تمام ذمہ داریاں خود سنبھال لیں کیونکہ حضرتِ جدِ امجد بے انتہاء ضعیف اور

بصارت سے بالکل معذور ہو چکے تھے۔ میری تعلیم صبح ۱۲ بجے تک اور ظہر کے بعد سے عصر تک اور عشاء کے بعد سے دس بجے تک ہوتی، عربی والدِ ماجد سے، فارسی چچا بشیر الدین صاحب سے جاری رہی، درس کے درمیان اکثر دورانِ گفتگو اعلیٰ حضرت کا ذکرِ خیر ہوتا تو میرا دل زیارت اور قدم بوسی کی تمنا میں بے تاب ہو جاتا۔

بریلی حاضری کی یہ صورت ہوئی کہ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء میں مسئلۂ اذانِ ثانی کے سلسلے میں مخالفین نے اعلیٰ حضرت پر مقدمہ دائر کر دیا، والدِ ماجد کے نام اعلیٰ حضرت کا تار آیا تو والدِ ماجد بریلی روانہ ہوئے، میں بھی ساتھ ہی روانہ ہو گیا، چچا حافظ عبد الشکور صاحب اور منشی عبد الغفار صاحب بھی ساتھ تھے، دورانِ سفر میں نے فارسی میں چند اشعار کا سلام لکھا، بریلی حاضر ہوئے، اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا، اس خادم برہان کی بریلی میں پہلی حاضری تھی، الحمد للہ! اور اعلیٰ حضرت کی زیارت و قدم بوسی کا تیسرا موقع تھا۔

بریلی میں پہلے جمعہ کو نمازِ جمعہ کے بعد اعلیٰ حضرت مسجد سے آکر پھاٹک کے اندر پلنگ پر رونق افروز ہوئے، والدِ ماجد قریب ہی کرسی میں اور تقریباً چالیس عقیدت مند کرسیوں، بنچ، چارپائی اور تخت پر بیٹھے، خادم برہان حضرت کے پیر دبانے لگا، پلنگ کے بائیں جانب تخت پر منشی عبد الغفار اور کچھ لوگ بیٹھے تھے، اعلیٰ حضرت کسی سوال کے جواب میں کچھ فرمارہے تھے، میں نے جو سلام دورانِ سفر لکھا تھا منشی عبد الغفار کو دے دیا تھا کہ اچھی طرح دیکھ لیں، کسی وقت اعلیٰ حضرت کو سنانا ہو گا، یہ بہترین موقع تھا، میں نے منشی جی کو اشارہ کیا، منشی جی نے عرض کی، حضور کچھ نعت شریف پیش کرنا چاہتا ہوں، بسم اللہ فرما کر حضرت پیر کھینچ کر با ادب بیٹھ گئے، میں دارالافتاء کے کمرے میں چلا گیا، سب لوگ درود شریف پڑھنے لگے، منشی جی نے بسم اللہ اور درود شریف پڑھ کر سلام شروع کیا:

سلام

حضور سیدِ خیر الوریٰ سلام علیک
بہ بارگاہِ شفیعِ الوریٰ سلام علیک

روم بسوئے تو، برہر قدم کنم سجدہ
نوائے قلب شود سیدا، سلام علیک

بجز درت نہ کشایم بہ ہیچ در دستم
توئی ست قبلۂ حاجات، سلام علیک

عطاک عم علیٰ کل ذرۃ فامطر
علی غیث عطا من عطا سلام علیک

اعلیٰ حضرت کے پلک مبارک پر کچھ قطرے جھلک رہے تھے، جب منشی جی نے یہ شعر پڑھا:

بہ احمدے کہ رضایش ہمہ رضائے خدا است
بگوز من بصلوٰۃ آے صبا سلام علیک

سامعین اور اعلیٰ حضرت نے والدِ ماجد کی طرف دیکھا۔ اس شعر کو بار بار پڑھا گیا، جب مقطع پڑھا گیا تو وہ بھی کئی بار پڑھا گیا:

رسی چو بردرِ احمد رضا بگو برہاںؔ!
بصد ادب بہ شماسیدا، سلام علیک

اعلیٰ حضرت نے والدِ ماجد سے فرمایا، برہان میاں نے لکھا ہے؟ ماشاء اللہ! بارک اللہ! پھر فرمایا۔ میں غور کر رہا تھا کہ جامی کے طرز پر کس نے طبع آزمائی کی ہے؟ کہاں ہیں برہان میاں؟ میں ادب کے ساتھ سامنے حاضر ہوا، اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا:

''حضرتِ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نعت شریف پیش کرنے کی اجازت چاہی، حضور نے منبر پر کھڑے ہو کر سنانے کی اجازت دی،

نعت شریف کو بہت پسند فرمایا، جسم اقدس پر بردِ شامی (شامی چادر) تھی ، اتار کر حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر اڑھادی، فقیر کیا حاضر کرے؟"

اتنا فرما کر سرِ اقدس سے عمامہ اتار کر خادم کے جھکے سر کو سرفراز فرمایا اور دعائے درازئ عمر و ترقی علم و ثبات و استقامت فرمائی، نمازِ جمعہ حضرت نے اسی عمامے سے پڑھائی تھی، یہ اعلیٰ حضرت کے دستِ کرم سے خادم کی پہلی سرفرازی تھی، الحمدللہ! عمامہ مقدس تبرکات میں محفوظ ہے اور عیدِ میلادِ مبارک اور عیدِ غوثیہ قادریہ میں تقریر کے دوران اسے زیب سر کرتا ہوں۔

دورانِ قیام بریلی والد نے مجھے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اکتسابِ فیض و تہذیب و تربیت و تکمیل علومِ ظاہری و باطنی وروحانی کے لیے بھیجنے کی اجازت چاہی، ہم دو ہفتے بریلی رہ کر چلے آئے، پھر شوال ۱۳۳۳ھ کے دوسرے ہفتے میں، میں بریلی حاضر ہو گیا، دارالافتاء دیکھتا، اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بیٹھ کر حضرت کے ارشادات لکھتا، وقت ملتا تو دارالعلوم منظر اسلام میں صدر مدرس مولانا ظہور حسین صاحب رامپوری کے پاس بھی درس میں شریک ہوتا۔ اعلیٰ حضرت کے چھوٹے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب اور مولانا امجد علی صاحب ہم تینوں ساتھ ہی کھانا کھاتے، ہم تینوں کا زیادہ وقت دارالافتاء ہی میں گزرتا۔

اہم واقعہ:

ایک دن میں دارالافتاء میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ ایک شِکْرَم پھاٹک کے سامنے رُکی ایک مولوی صاحب اور ایک صاحب کوٹ پتلون پہنے، ننگے سر، اتر کر ہماری طرف آئے، ان کے ساتھ جو مولوی صاحب تھے وہ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب تھے۔ پھاٹک کے اندر آئے اور مجھ سے مولانا سید سلیمان اشرف نے دریافت فرمایا، حضرت کہاں ہیں؟ میں نے کہا تشریف رکھئے، خبر بھیجتا ہوں۔ دونوں بیٹھ گئے اور ایک کارڈ نکال کر دونوں کے نام لکھ کر مجھے دیا، میں نے کارڈ اندر پہنچا دیا، اندر سے لڑکا آیا کہ حضرت اندر بلا رہے ہیں۔ جب دونوں اندر جانے لگے، میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے ڈاکٹر ضیاء الدین سے کہا، حضرت کے پاس چل رہے ہو اور ننگے سر؟ ان دنوں میں ترکی ٹوپی لگاتا تھا، ڈاکٹر صاحب نے میری ٹوپی میرے سر سے اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی، میں نے اپنے سر پر رومال لپیٹ لیا اور اندر حضرت کی خدمت میں پہنچے۔

حضرت کچھ تحریر فرما رہے تھے، فرمایا تشریف لائیے! سلام و مصافحہ کر کے بیٹھ گئے، حضرت نے خیریت پرسی فرمائی، ڈاکٹر صاحب نے جیب سے نوٹ بک نکالی اور ایک سادہ کاغذ پر ریاضی کی ایک شکل انگریزی حروف لگا کر بنائی اور پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ اس شکل کے حل کے سلسلے میں مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے آپ سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا اس لیے میں نے آپ کو تکلیف دی اور حضرت کو کاغذ دیا، حضرت نے کاغذ دیکھ کر فرمایا انگریزی حروف میں کیا سمجھوں؟ ڈاکٹر صاحب نے دوسرے سادہ کاغذ پر وہ اشکال ابجد حروف لگا کر پیش کی اور پنسل کا اشارہ کرتے ہوئے حضرت سے کچھ عرض کیا، حضرت نے بھی جواب میں کچھ فرمایا، چند منٹ کی گفتگو ہی کے بعد ڈاکٹر صاحب حیرت زدہ حضرت کی طرف دیکھ رہے تھے، اِدھر حضرت پیش کردہ اشکال پر غور فرما کر ایک سادے کاغذ پر خود کچھ شکلیں بناتے، کاٹتے، سدھارتے رہے اور اُدھر ڈاکٹر صاحب کی نظر حضرت کی قلم پر جمی رہی۔

5 منٹ کے بعد ایک کاغذ پر اشکال کو حل فرما کر ڈاکٹر صاحب کو دیدیا گیا، ڈاکٹر صاحب نے دوسرے کاغذ پر اعلیٰ حضرت کی حل کردہ اشکال کو اپنے طور پر انگریزی نشانات لگا کر نقل کیا اور خوب غور کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت کے دستِ اقدس کو بوسہ دے کر عرض کیا:

"حضور نے یہ مسئلہ کتنی آسانی سے 5 منٹ میں حل فرمادیا جسے میں ہفتوں غور کے بعد بھی حل نہ کر سکا اور اس

کے حل کے لیے جرمنی یا انگلینڈ جانیوالا تھا کہ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے میری صحیح رہنمائی فرمائی، میں مولانا کا بہت ممنون ہوں، اللہ تعالیٰ آپ جیسے بزرگوں اور علماء کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔"

ڈاکٹر صاحب کچھ دیر بیٹھے، پھر اجازت لے کر رخصت ہوئے، کاغذات لپیٹ کر پتلون کی جیب میں رکھے میں بھی ساتھ چلا، صحن پار کرنے کے بعد میری ٹوپی واپس کرتے ہوئے بولے:

"میاں! بڑے خوش نصیب ہو، خوب خدمت کرو اور جتنا بھی فیض حاصل کر سکو، حاصل کر لو"

باہر آکر پھاٹک میں کرسی پر بیٹھ کر ڈاکٹر صاحب نے مولانا سید سلیمان اشرف سے کہا:

"یار! اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو، اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے، دینی مذہبی اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توقیت وغیرہا اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل جس ریاضی کے مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی حضرت نے چند منٹ میں حل کرکے رکھ دیا، صحیح معنی میں یہ ہستی " نوبل پرائز" کی مستحق ہے مگر گوشہ نشین، ریاء اور نام و نمود سے پاک شہرت کی طالب نہیں، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ قائم رکھے اور ان کا فیض عام ہو، مولانا میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے میری مشکل حل کر دی اور مجھے بڑی زحمت سے بچالیا"۔

میں نے کہا ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔ ڈاکٹر ضیاء الدین اور مولانا سید سلیمان اشرف مجھ سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گئے۔

اس کتاب اکرامِ امام احمد رضا کا پانچواں باب امام احمد رضا کے اسفار سے متعلق ہے ان میں اکثر سفر جبل پور سے متعلق ہیں ان اسفار کے چیدہ چیدہ واقعات ملاحظہ کریں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اس باب کے لیے امام احمد رضا کا ایک شعر بھی لکھا:

وطن گرچہ آرام را درخورست
جبل پور مارا از وخوش ترست
(امام احمد رضاؔ)

رجب 1318ھ/1900ء میں اعلیٰ حضرت مدرسہ حنفیہ اہلِ سنّت کے اجلاس میں شرکت کے لیے بریلی سے پٹنہ تشریف لے گئے اور وہاں ایک اجلاس میں تین گھنٹے مسلسل آپ کی تقریر ہوئی۔ 1319ھ/1902ء میں کلکتہ تشریف لے گئے۔ 1322ھ/1904ء میں اعلیٰ حضرت بمبئی کے راستے حرمین طیبین حاضر ہوئے اور 1323ھ/1905ء میں ماہِ ربیع الاول میں بمبئی کے راستے ہی واپس تشریف لائے، والدِ ماجد کے ساتھ خادم بھی بمبئی حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت کے دیدار سے مشرف ہوا، بمبئی کے قیام کے دوران چند قابل ذکر حالات سامنے آئے، ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ قصائی محلے کی مسجد میں نمازِ جمعہ اعلیٰ حضرت کی امامت میں ادا کی گئی۔

۲۔ سنیچر کو قصائی محلے کی مسجد میں اعلیٰ حضرت کا وعظ ہوا، منبر کے قریب والدِ ماجد اور چچا کے پیچھے میں دیوار سے ٹیک کر بیٹھا تھا، مسجد میں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی، ایمان افروز نورانی تقریر سے مجمع پر محویت طاری تھی، تقریباً ایک گھنٹے بعد مجھ پر غنودگی کا غلبہ ہوا، خواب میں دیکھا، ایک عجیب دلکش نور سے پوری فضا منور ہے، درود و سلام کی سرور افزا آواز سے بیدار ہوا، دیکھا کہ اعلیٰ حضرت منبر سے نیچے کھڑے دست بستہ "الصلوٰة والسلام عليك يا رسول الله" پڑھ رہے ہیں، چشم مبارک سے قطرات ٹپک رہے ہیں اور پوری مسجد صلوٰۃ وسلام کی آواز سے گونج رہی ہے، میں بھی صلوٰۃ وسلام میں شامل ہو گیا، اعلیٰ حضرت کے آنسو جاری تھے اور جس والہانہ انداز سے محوِ صلوٰۃ وسلام تھے وہ عجیب کیف افزا تھا جس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔ صلوٰۃ وسلام سے فارغ ہو کر اعلیٰ

حضرت منبر پر تشریف لائے، آدھ گھنٹے بعد دعا پر تقریر ختم ہوئی، مصافحہ، قدم بوسی میں ایک گھنٹہ صرف ہوا، ہم اعلیٰ حضرت سے اجازت لے کر قیام گاہ واپس ہوئے۔ راستہ میں چچا سے میں نے مسجد میں دورانِ وعظ خواب کا ذکر کیا، خواب کا واقعہ سن کر والد اور چچا میں یہ گفتگو ہوئی:

اعلیٰ حضرت مدینہ طیبہ اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت و توقیر و تعظیم پر بیان فرما رہے تھے، یکایک کافی بلند آواز سے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہہ کر منبر سے اتر کر، ہاتھ باندھ کر عجیب رقت آمیز آواز میں صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے قبلہ رخ کھڑے ہوگئے، ولادت مبارک کا ذکر نہ تھا، نہ وعظ ختم کرنے کا ہی کوئی انداز تھا، اعلیٰ حضرت کی باطنی روحانی نظرِ مبارک نے دیکھ لیا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اس لیے فوراً منبر سے اتر آئے اور صلوٰۃ وسلام عرض کرنے لگے، بہت ہی بابرکت وسعادت محفل تھی اور اعلیٰ حضرت کی بالکل ظاہری کرامت ہے۔

قیام گاہ پہنچے تو اور بھی لوگ ہمارے ساتھ تھے، بیٹھ گئے اور والد ماجد نے مجھ سے میرے خواب میں نظارہ کی کیفیت دریافت فرمائی اور سن کر میری دونوں آنکھوں پر محبت سے بوسہ دیا اور فرمایا "انشاء اللہ! تو بڑی قسمت والا ہے"۔

صبح حسبِ معمول ہم اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، عقید تمندوں کا مجمع تھا، حضرت کھڑے ہوگئے ہمارے مصافحہ وقدم بوسی کے بعد حضرت نے والد کو پہلو میں جگہ دی، سب بیٹھ گئے۔

ایک صاحب سفید گھنی داڑھی، ترکی ٹوپی لگائے، اعلیٰ حضرت کے سامنے قریب بیٹھے ہوئے، آنسو جاری، کچھ ذکر کر رہے تھے، انہوں نے ذکر شروع کیا۔

رات وعظ میں وہ مسجد کے درمیان دروازے سے لگے ہوئے بیٹھے تھے اور آنکھیں بند تھیں، محویت کے عالم میں دیکھا کہ ایک نور محیط ہوگیا ہے اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کی آواز پر آنکھ کھولی تو سامنے سارا مجمع کھڑا صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا ہے۔

یہ سن کر والدِ ماجد نے عرض کیا، حضور یہی منظر برہان نے بھی دیکھا ہے، اعلیٰ حضرت نے صرف یہ فرمایا:

"یہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم تھا کہ تجلی فرمائی، الحمد للہ"

۳۔ ایک روز اعلیٰ حضرت نے والدِ ماجد سے فرمایا "آج عصر کے بعد ایک مجذوب بزرگ کی زیارت کے لیے باندرہ چلنا ہے، واپسی میں مغرب مہائم شریف میں ادا کر کے دعوت ہے، آپ عصر کے پہلے آجائیں" ہم لوگ حسبِ ارشاد عصر کے وقت حاضر ہوگئے اور اعلیٰ حضرت کے ساتھ باندرہ پہنچے، مسجد کے مشرق کی جانب ایک ٹین کے ہال کے باہر بڑا مجمع تھا، اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر مجمع نے راستہ دیا، حضرت کے پیچھے ہم لوگ ہال میں داخل ہوئے، تخت پر ایک بزرگ عمامہ باندھے پیر تخت سے لٹکائے بیٹھے ہیں، دلائل الخیرات شریف دونوں ہاتھ سے آنکھوں کے بالکل متصل پڑھنے میں مصروف ہیں، اعلیٰ حضرت کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کتاب بند کر دی، اعلیٰ حضرت سے مصافحہ کرتے ہوئے کچھ فرمایا جو میں سمجھ نہ سکا، ہم سب قدم بوسی کر چکے تھے تو ہم سب کو ایک بڑے ہال میں بٹھایا گیا، پورا ہال بھرا ہوا تھا، چند منٹ بعد وہاں کے منتظمِ خاص حاجی قاسم آئے، اعلیٰ حضرت سے عرض کیا، جو لوگ مجذوب صاحب کی زیارت کو آتے ہیں، ان کے لیے چائے، کافی، قہوہ تیار رہتا ہے، حضرت جو فرماتے ہیں، پلایا جاتا ہے، آپ حضرات کے لیے دریافت کیا گیا تو فرمایا، "چائے، کافی، قہوہ میں سے جو حضور فرمائیں، وہ اس وقت پلایا جائے"۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا، بزرگ نے چائے، کافی، قہوہ تینوں کا نام لیا ہے اس لیے تینوں کو ملا کر پلایا جائے، چنانچہ ایک بڑے ساوار میں تینوں کو ملا کر پلایا گیا، ان دنوں بڑے پیالے چلتے تھے، بھر بھر دیئے گئے، رنگ دیکھا تو کراہت ہوئی مگر لب سے لگایا تو اتنا لذیذ پایا کہ پورا پیالہ صاف کر دیا۔

والدِ ماجد نے مجھے آہستہ سے ہدایت فرمائی کہ واپسی کے وقت حضرت کے پیچھے رہنا اور بزرگ کی قدم بوسی کر کے اپنے لیے دعا کی درخواست کرنا۔ واپسی کے وقت میں اعلیٰ حضرت کے پیچھے رہا، جب حضرت مصافحہ کر کے آگے بڑھے، میں نے ان کے قدم پکڑ کر عرض کیا، "میرے لیے دعائے خیر فرمائیے!"۔ بزرگ نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، ہندی الفاظ تھے اور اعلیٰ حضرت کی طرف اشارہ کیا:

"اس کے پیچھے چلتا جا، تیرے پیچھے سب چلیں گے"

ہم جب واپسی کے لیے گاڑی پر سوار ہوئے، میں، اعلیٰ حضرت اور والدِ ماجد کے درمیان بیٹھا تھا، اعلیٰ حضرت نے مجھ سے فرمایا، "برہان میاں! آپ نے مجذوب سے کیا کہا تھا؟" میں نے جو کہا تھا، وہ اور اس کا جواب بتایا، اعلیٰ حضرت نے میری پیٹھ پر دستِ مبارک پھیرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ تمہیں برہان الحق، برہان الدین، برہان السنۃ بنائے، آمین"

والد اور چچا نے آمین کہا!

اعلیٰ حضرت نے بمبئی سے بریلی شریف کا قصد کیا، والد صاحب نے جبل پور تشریف لے جانے کے لیے عرض کیا، فرمایا، ابھی تو اجمیر شریف حاضری دیتا ہوا بریلی جاؤں گا، انشاء اللہ پھر کبھی جبل پور آؤں گا۔

اعلیٰ حضرت نے حسب الارشاد بمبئی جاتے ہوئے صفر 1326ھ/1908ء میں ۱۴روز قیام فرمایا اور جبل پور کو اپنے قدومِ سعادت لزوم سے دارالسرور ہونے کا شرف بخشا، اس موقع پر والدہ صاحبہ اور بہت سے لوگ داخلِ سلسلہ ہوئے۔ یہ میری نوعمری کا واقعہ ہے۔

1337ھ/1919ء میں اعلیٰ حضرت کو جبل پور بلانے کا جوش وولولہ پیدا ہوا، ہم نشین احباب سے مشورہ کیا، سب نے نہایت پُرخلوص جذبے کے ساتھ میری تائید کی پورے تعاون کا وعدہ کیا، ہم سب مل کر والدِ ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت کو جبل پور بلانے اور دعوت دینے کی درخواست کی، والدِ ماجد نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کو بلانا معمولی بات نہیں، ہم ان کے شایانِ شان عزت اور خدمت کر سکیں گے؟ اگر ذرا بھی کوتاہی ہوئی، ہم دنیائے سنیت کو کیا جواب دیں گے؟ سب نے عرض کیا، "حضور جیسا فرمائیں گے ہم دل وجان سے ویسا ہی انتظام کریں گے" والدِ ماجد نے انتظامات کے متعلق جو فرمایا، سب نے منظور کر لیا فرمایا، "اعلیٰ حضرت کسی دینی، مذہبی اہم ضرورت کے سوا کہیں تشریف نہیں لے جاتے" چونکہ اس خادمِ سرکارِ رضا کو برہان نوازی پر ناز تھا، میں نے اس یقین کے ساتھ کہ میری کوشش انشاء اللہ ضرور کامیاب ہوگی اور میں حضور کو لے آؤں گا، عرض کیا "آپ عریضۂ دعوت تحریر فرمادیں، ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیں، برہان حضور کو لینے حاضر ہو رہا ہے، حضور جب قصد فرمائیں گے، برہان سفر کا انتظام کرے گا" والدِ ماجد نے نہایت عقیدت کے ساتھ عریضۂ دعوت لکھ دیا، انتظامیہ کمیٹی چچا حافظ عبد الشکور صاحب کی صدارت میں قائم کر لی گئی۔ دعوت نامہ لکھے جانے کے چار دن بعد بریلی شریف کے لیے روانہ ہو گیا۔

صبح نمازِ فجر کے بعد بریلی پہنچا، معلوم ہوا اعلیٰ حضرت، حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کے عرس میں پیلی بھیت تشریف لے گئے ہیں، میں نے بریلی پہنچنے کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی، نہ ہی والدِ ماجد نے دعوت نامہ میں میرے پہنچنے کا کوئی دن لکھا تھا، میں نے آستانے کے دارالافتاء میں اپنا سامان رکھا، گھر میں سے سیدہ محترمہ والدہ نے ناشتہ بھیجا، میں ناشتہ کر کے ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ۱۱ربجے پیلی بھیت سے تار پہنچا:

"برہان میاں کو پیلی بھیت بھیجو"

(احمد رضا)

میں ظہر کے بعد پیلی بھیت کے لیے روانہ ہو گیا، پیلی بھیت پہنچا تو اسٹیشن پر مولانا عبد الاحد صاحب میرا انتظار کر رہے تھے، مصافحہ معانقہ کے بعد میں نے پوچھا، "میں نے

کوئی اطلاع نہیں دی تھی، آپ کیسے اسٹیشن آگئے؟" کہا، "اعلیٰ حضرت نے فرمایا برہان میاں کو اسٹیشن لینے جاؤ"

اعلیٰ حضرت کا قیام مولوی فضل حق ٹمبر کنٹریکٹر کی کوٹھی میں تھا، رات مولانا عبد الاحد نے مجھے حضرت کی خدمت میں نہ جانے دیا، محدث صاحب علیہ الرحمہ کے عرس کے جلسہ میں شریک ہوا، صبح مولانا کے ساتھ ناشتہ کے لیے بیٹھا تھا، لقمہ ہاتھ میں تھا کہ ایک صاحب یہ کہتے ہوئے آئے کہ، "اعلیٰ حضرت ناشتہ میں برہان کا انتظار فرما رہے ہیں" میں نے لقمہ رکھ دیا اور تانگہ پر کوٹھی پہنچا، دیکھا، ناشتہ چنا ہوا ہے اور حضرت منتظر بیٹھے ہیں خادم کو معانقہ سے مشرف فرمایا، میں نے قدم بوسی کی، حضرت نے والدِ ماجد اور سب کی خیریت دریافت فرمائی ناشتہ شروع فرمایا، میں بھی شریک ہوا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

"مولانا عبد السلام صاحب نے اپنے گرامی نامہ میں جبل پور آنے کے لیے میرا پہنچہ اس طرح پکڑ لیا ہے کہ عذر کی گنجائش نہیں اور میرے ضعف کی یہ حالت ہے کہ چند قدم چلنا دشوار ہے"۔

میں نے مسکراتے ہوئے عرض کیا، "حضور کی دعاء و عافیت سے انشاء اللہ حضور کو سفر میں بالکل تکلیف و پریشانی نہ ہوگی" صاحب خانہ مولوی فضل حق نے کہا، "برہان میاں! گاڑی دو جگہ بدلنی ہوگی، پلیٹ فارم کی طوالت، سیڑھیاں چڑھ کر پل کا عبور، حضرت سے کیسے ہوگا؟ میں نے کہا، "بریلی سے جبل پور تک سیکنڈ کلاس ریزرو ہوگا" کہا، "یہ بہت مشکل ہے اور ہوا بھی تو بڑا خرچہ پڑے گا" میں نے کہا کہ

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود

مرد باید کہ ہر اساں نہ شود

اللہ تعالیٰ میری مشکل کو آسان فرما دے گا"، حضرت نے "انشاء اللہ!" فرمایا ناشتہ دعاء برکت پر ختم ہوا، پیلی بھیت سے بریلی شریف واپس آئے۔

بریلی سے جبل پور روانگی کا دارومدار ریل کے سیکنڈ کلاس کے ریزرویشن پر تھا، میں ضمیر الدین صاحب، وکیل کے ساتھ اسٹیشن ماسٹر سے ملا اور جبل پور تک سیکنڈ کلاس ریزرو کرنے کے لیے کہا، اسٹیشن ماسٹر نے جواب دیا، "یہ او، آر، آر ہے اور الہٰ آباد ای، آئی، آر، جبل پور تک ریزرویشن کے لیے کمپنی کے سنٹرل دفتر کو لکھنا ہوگا، آپ کل آئو، ہم کچھ مدد کریں گے" ہم واپس آگئے۔

میں دوسرے دن گیا، اسٹیشن ماسٹر مجھے دیکھتے ہی بولو:

You are Very Lucky Man

تم بڑی قسمت والے ہو، سنیچر کو دہرہ دون میل میں الہٰ آباد تک فرسٹ کلاس ریزرو ہے، اس کے ساتھ ایک سیکنڈ کلاس کمپارٹمنٹ ہے، وہ ہم تمہارے لیے ریزو کرتے ہیں۔ پر تاب گڑھ میں بدلنا نہیں پڑے گا، الہٰ آباد میں جبل پور کے لیے سیکنڈ کلاس ریزرو آپ کو ملے گا"۔ میں نے "تھینکس" کہہ کر اپنا نام رجسٹرڈ کرا دیا، یہ بدھ کا دن تھا، اعلیٰ حضرت سے آکر عرض کیا اور سفر کی تیاریاں ہونے لگیں۔ میں نے الہٰ آباد، عزیزم سیٹھ محمد پیر محمد کو خط لکھا کہ الہٰ آباد میں پلیٹ فارم پر ایک کرسی تیار رکھیں، اعلیٰ حضرت کو کرسی کے ذریعہ پلیٹ فارم عبور کرنا ہوگا۔ اور جبل پور یک شنبہ صبح پسنجر سے پہنچنے اور استقبال کے انتظام کے لیے لکھ دیا۔

دہرہ دون میل، صبح ساڑھے چار بجے روانہ ہونا تھا، سنیچر کو دن بھر انتظامات ہوتے رہے، رات بھی تمام اسی طرح پوری ہوئی، ساڑھے تین بجے مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب (مفتی اعظم ہند)، مولانا حسنین رضا خاں صاحب، سید ایوب علی صاحب، سید قناعت علی صاحب اور مولوی محمد شفیع صاحب اسباب لے کر اسٹیشن کے لیے روانہ ہوگئے، صبح چار بجے اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب (حجۃ الاسلام)، حاجی کفایت اللہ صاحب اور خادم برہان گاڑی پر اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے، میں نے عرض کیا،

حضور عین نماز کے وقت گاڑی روانہ ہوگی، نمازِ فجر کہاں ادا کی جائے گی؟ اعلیٰ حضرت نے مسکرا کر فرمایا:

''انشاء اللہ! پلیٹ فارم پر''

اسٹیشن پہنچنے پر معلوم ہوا کہ گاڑی چالیس 40 منٹ لیٹ ہے۔ پلیٹ فارم پر جائے نماز، چادریں، رومال بچھا لیے گئے اور بعونہٖ تعالیٰ کثیر جماعت نے اعلیٰ حضرت کے پیچھے نمازِ فجر ادا کی، تقبّل اللہ! یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت تھی کہ اطمینان کے ساتھ نماز سے فارغ ہوئے۔ گاڑی آئی، میں آفس کی طرف چلا کہ ایک ریلوے افسر نے مجھے ساتھ لیا اور سیکنڈ کلاس کا تالا کھول کر مجھے آفس میں آنے کو کہا میں ساتھیوں کو ٹرین میں اسباب رکھنے کے لیے کہہ کر آفس پہنچا، پانچ ٹکٹ سیکنڈ کلاس اور پانچ ہی سرونٹ کلاس ٹکٹ لے کر آیا۔ گاڑی میں اعلیٰ حضرت کا بستر لگا کر مختصر ناشتہ، چائے کے بعد لٹا دیا، گاڑی روانہ ہوئی۔ مولانا عبد الاحد صاحب پیلی بھیت سے لکھنؤ آئے اور وہاں سے ہمارے ساتھ ہو گئے۔

پرتاب گڑھ میں ہمارا کمپارٹمنٹ، الہٰ آباد کی گاڑی میں لگا دیا گیا، الہٰ آباد میں گاڑی ٹھہرتے ہی اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر نے میرا نام پوچھا اور کہا کہ آپ کا سیکنڈ کلاس کمپارٹمنٹ جو ریزرو ہے، پلیٹ فارم نمبر 3 پر ہے، سیٹھ محمد بھائی نے آرام دہ کرسی کا انتظام کر لیا تھا، اعلیٰ حضرت کو سیکنڈ کلاس میں پہنچایا گیا اور سرونٹ میں سامان رکھا، وضو کا انتظام کیا، سب نے حضرت کے ساتھ ظہر قصر بہ جماعت ادا کی، حضرت مولانا حامد میاں شہر میں کسی سے ملنے تشریف لے گئے۔ عصر کے بعد سیٹھ محمد بھائی ایک پارسی کی کار لے آئے۔ اعلیٰ حضرت، مولانا مصطفیٰ میاں، حاجی کفایت اللہ، یہ خادم اور محمد بھائی تفریح کے لیے نکلے۔ الہٰ آباد کے خاص خاص مقامات، گنگا جمنا کے ملنے کا تربنی گھاٹ وغیرہ دیکھتے ہوئے واپسی میں ایک بنگلہ کے سامنے گاڑی روک کر پارسی نے التجا کرتے ہوئے کہا، ''ہمارے گھر کے بائی لوگ درشن کرنا مانگتے ہیں'' میں نے حضرت کی طرف دیکھا، حضرت نے مسکرا کر سر ہلایا، میں نے پارسی کو اشارہ کیا، وہ بنگلہ میں گاڑی لایا، معلوم ہوا کہ محمد بھائی نے اعلیٰ حضرت کی بزرگی کا پارسی سے ذکر کر دیا تھا، اس کے گھر کی تمام عورتوں بچوں نے ہاتھ جوڑ کر گاڑی گھیر لی اور ''صاحب جی''، ''صاحب جی'' کہتے رہے۔ حضرت نے دونوں ہاتھ ہلا کر فرمایا، ''تم سب اچھے رہو، اللہ تعالیٰ ہدایت کی نعمت عطا فرمائے''

الہٰ آباد اسٹیشن پر مغرب بہ جماعت ادا کی گئی۔ میں نے محمد بھائی سے ٹیکسی کا کرایہ دریافت کیا، محمد بھائی نے کہا، وہ کہتا ہے، ''مجھے بابا جی کے پیر چھو لینے دو، یہی کرایہ ہے''۔ میں نے حضرت سے عرض کیا، حضرت مسکرا کر خاموش رہے، میں نے پارسی کو اشارہ کیا، اس نے حضرت کی قدم بوسی کی، حضرت نے ہدایت کی دعا کی، سر اٹھا کر، ہاتھ جوڑ کر وہ رخصت ہوا۔

کھانے اور عشاء سے فارغ ہو کر حضرت کا بستر لگایا، سب آرام سے بیٹھ گئے تھے، گاڑی رات 9 بجے روانہ ہوئی۔

پسنجر جبل پور صبح 6 بجے پہنچتا ہے، ابھی ٹرین 4 بجے کٹنی پہنچی، پلیٹ فارم نعرۂ تکبیر کی بہت زوردار آواز سے گونج اٹھا۔ آواز سن کر دروازہ کھولا، دیکھا والدِ ماجد ایک جم غفیر کے ساتھ استقبال کے لیے جبل پور سے تشریف لائے ہیں۔ اعلیٰ حضرت سے سب قدم بوس ہوئے، اعلیٰ حضرت کے وضو کے لیے انتظام کیا گیا، فرمایا، ''نمازِ فجر کہاں ہوگی؟'' عرض کیا، سلیمان آباد میں، لیکن صرف 3 منٹ گاڑی ٹھہرتی ہے، حضور وضو فرمائیں، خادم حاضر ہوتا ہے'' میں انجن کی طرف بڑھا، دیکھا ڈرائیور مسلمان ہے اور وہ بھی اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کر کے جا رہے ہیں، مجھ سے مصافحہ کیا، میں نے کہا، ''سلیمان آباد میں نمازِ فجر ادا کرنا ہے'' پوچھا، کتنا وقت لگے گا؟ میں نے کہا 12 یا 15 منٹ، کہا، ''میں لیٹ کر دونگا'' گارڈ بھی مل گیا، اس نے بھی اطمینان دلایا، گاڑی بڑے وقت پر سلیمان آباد پہنچی، پلیٹ فارم پر جائے نماز، چادریں، رومال بچھا کر تقریباً 300 کی جماعت ہوئی، پوری ٹرین کے مسافر دیکھ رہے تھے۔ اعلیٰ

حضرت اطمینان کے ساتھ وظیفہ سے فارغ ہو کر گاڑی میں تشریف لائے، اسٹیشن ماسٹر صاحب طباق میں چائے لے آئے، یہ ساگر کے قاضی خاندان سے ہیں، اعلیٰ حضرت نے چائے نوش کرتے ہوئے فرمایا:

"مولانا عبد السلام کا اثر ماشاء اللہ ریل پر بھی ہے"

غالباً 20 منٹ ہو گئے، الحمد للہ! ڈرائیور نے ٹائم میک اپ کیا اور گاڑی ٹھیک وقت پر جبل پور اسٹیشن پہنچی، نعرۂ تکبیر سے اسٹیشن گونج اٹھا، پلیٹ فارم پر تل رکھنے کی گنجائش نہ تھی۔ گاڑی رکتے ہی میں نے گاڑی کے دروازہ پر کھڑے ہو کر مجمع کر مخاطب کر کے کہا:

"حضرات! اعلیٰ حضرت دام ظلہم الاقدس کی زیارت تمام حاضرین کو مبارک، آپ تمام انتہائی محبت وخلوص کے ساتھ سرکارِ رضا کی قدم بوسی اور مصافحہ کے لیے بے چین ہوں گے، میری گزارش ہے آپ مصافحہ سے حضرت کو تکلیف نہ دیں، صرف زیارت کر لیں اور راستہ بنالیں کہ حضرت آرام اور آسانی سے باہر تشریف لے جاسکیں، قیام گاہ پر ہر ایک کو مصافحہ وقدم بوسی کی آزادی ہو گی"۔

مجمع نے نعرۂ تکبیر سے استقبال کیا اور میری گزارش پر عمل کیا گیا، درمیان میں راستہ دیدیا، اعلیٰ حضرت آہستہ آہستہ دستِ مبارک پیشانی پر رکھ کر اشارہ سے سلام کرتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ گوکل داس کو دوگھوڑوں والی بگھی جو پھولوں سے سجائی گئی تھی، اس پر سوار ہوئے، جلوس کے ساتھ ایک گھنٹے میں ہمارے مکان پہنچے، ملّا محمد خاں اور نور خاں نے بغل میں نرم تکیوں کا سہارا دے کر اوپر پہنچایا اور یہ طریقہ ہر وقت سیڑھیاں اترنے چڑھنے کے لیے جاری رہا۔

قیامِ جبل پور کے زمانے میں جو معمولات رہے اور جو واقعات وحالات پیش آئے، اب وہ بیان کئے جاتے ہیں۔

جبل پور کے قیام کے دوران اعلیٰ حضرت کے یہ معمولات رہے:

۱۔ نماز کے لیے پانچوں وقت مسجد پیدل تشریف لے جاتے۔
۲۔ ناشتہ کے بعد زائرین اور ملنے والوں کو مشرف فرماتے۔
۳۔ دوپہر کو قیلولہ فرماتے۔
۴۔ نمازِ ظہر کے بعد پھر لوگ حاضر ہوتے۔
۵۔ عصر کے بعد کبھی تفریح کے لیے جانا ہوتا۔
۶۔ بعد مغرب کچھ وقت اوراد و وظائف واشغال میں گزرتا اور کبھی دعوت میں جانا ہوتا۔
۷۔ بعد عشاء گیارہ بجے رات تک عقیدت مند حاضرین کے درمیان ذکر ونصیحت کی محفل ہوتی۔

اعلیٰ حضرت نے بریلی میں مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ "مجھے جبل پور میں دس دن سے زیادہ نہ روکا جائے گا" میں نے عرض کیا تھا، "انشاء اللہ! حضور کی مرضی کے خلاف نہ ہو گا" اب دس دن پر پندرہ دن مزید قیام ہو چکا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے والدِ ماجد سے فرمایا "مولانا! میں نے برہان میاں سے دس دن کا وعدہ لیا تھا" میں نے عرض کیا، حضور نے بے شک دس دن ہی میں واپسی کے لیے فرمایا تھا، سرکار! وعدے کے دس دن پورے ہو چکے، اب تو وعدہ پر پندرہ زیادہ ہو گئے، وعدہ کا وقت ختم ہو چکا، اتنا کہہ کر میں قدموں پر جھکا، حضرت نے اٹھ کر ہنستے ہوئے سینہ سے لگایا۔ والدِ ماجد نے فرمایا، حضور! جبل پور خوش نصیب ہے کہ یہاں حضور کی صحت بہت اچھی ہے، بریلی شریف میں حضور کرسی پر مسجد تشریف لے جاتے تھے، یہاں اللہ کے فضل سے پانچوں وقت کی نماز کے لیے مسجد پیدل تشریف لیجاتے ہیں، سترہ سیڑھیاں نماز کے علاوہ دعوتوں اور تفریح کے لیے بھی اترنے چڑھنے میں صرف سہارے کی ضرورت ہوتی ہے، کبھی کبھی نماز میں رکوع وسجود میں عصا کا سہارا لینا پڑتا تھا، یہاں نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ نظر بد سے محفوظ رکھے، چہرۂ انور پر صحت کا نمایاں اثر ہے، اگر حضور چند روز اور قیام فرمائیں تو غلاموں پر کرم ہو گا، بہر حال حضور کی مرضی مقدم ہے۔ اعلیٰ حضرت نے مسکرا کر فرمایا:

''جبل پور کا پانی بہت زور دار ہے، اس سے زیادہ زور دار آپ حضرات کی محبتیں ہیں''۔

الحمد للہ! خوش نصیب جبل پور میں ایک مہینہ چار دن حضور نے قیام فرمایا اور جبل پور کو دارالسرور ہونے کا شرف بخشا، الحمد للہ!

بریلی پہنچنے کے بعد اعلیٰ حضرت نے نہایت محبت وشفقت کے ساتھ والدِ ماجد کے نام والا نامہ ارسال فرمایا جو قابلِ مطالعہ ہے، ملاحظہ فرمائیں:

مکتوبِ اعلیٰ حضرت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لک الحمد یا من عفیٰ وکفی
صلوٰتک دوما علی المصطفیٰ
وٰال واصحٰب واتباعھم
وغوث الوریٰ وشیاعھم
سپس بہرِ عبد السلام ایں سپاس
کہ از شکرِ خالق بود شکر ناس
وطن گرچہ آرام را درخوراست
جبل پور، را از وخوش ترست
نہ از خود شد او فرحت افزا مقام
کہ از عید الاسلام عبدالسلام
تو لاّئے اصحاب آں محترم
برانگیختہ از وطن خاطرم
سلامت بود شاہ عبدالسلام
بحقِ محمد علیہ السلام
الٰہی نگہدار برہانِ حق
بود دائما از وے اعلانِ حق
برائے تو ونسلِ تو دائما
بود از احد، لطفِ احمد رضا
توئی حافظِ حق وعبدِ شکور
از انت بود فضلِ حق را ظہور
ہمیشہ بود کارتاں رانظام
محمد بود غوث تاں بالدوام
بود حیّ وقیوم، مغنی، ودود
بسے جملہ تاں حافظ از ہر عنود
توئی زاہد وزاہداں راعطاست
زور گاہ رب و زاحمد رضا ست
خوش آناں کہ از نامِ غوث بلند
سزاوارِ حمد ورضا تشنہ اند

جنابِ محترم، ذی المجد والکرم، حامی السنن السنیہ، ماحی الفتن الدنیہ، جامع الفضائل الانسیہ والفواضل القدسیہ، قامع الرذائل الانسیہ مولانا بالفضل مولانا مولوی حافظ شاہ عبد الا سلام سلمہ السلام وادام فیضہ علی الانام، آمین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

شبِ دوشنبہ ۸ بجے مع الخیر اسٹیشن بریلی پر آیا، راہ میں بڑی نعمت بفضلہ عزوجل یہ پائی کہ نمازِ مغرب کا اندیشہ تھا، شاہجہانپور ۶۔۳۳ پر آمد تھی کہ ہنوز وقت مغرب نہ ہوتا اور صرف ۸ منٹ قیام مگر گاڑی بفضلہٖ تعالیٰ ۱۵ منٹ لیٹ ہوکر شاہجہان پور پہنچی اور ۱۰ منٹ ٹھہری کہ بہ اطمینانِ تمام نماز اچھے وقت ادا ہوئی، وللہ الحمد!

علم نحو کے تناظر میں کنزالایمان کا مطالعہ

پروفیسر دلاور خاں

حضرت ابوالاسود ابنِ عمرو رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۹ھ) فرماتے ہیں: "میں باب المدینۃ العلم حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کسی فکر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ وجہ پوچھی تو فرمایا میں نے ایک شخص کو غلط گفتگو کرتے ہوئے سنا ہے میں چاہتا ہوں عربی کے قواعد پر کوئی کتاب لکھی جائے، تین دِن بعد حاضر ہوا تو آپ نے صحیفہ عنایت فرمایا جس میں اسم، فعل اور حرف کی تعریف تھی اور فرمایا تم تلاش وجستجو سے اس میں اضافہ کردو" سیدنا ابوالاسود رضی اللہ عنہ نے اس میں باب عطف، نعت، تعجب اور حروف مشبہ بالفعل کا اضافہ کیا۔ جو کچھ لکھتے اسے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں پیش کردیتے۔ جب حضرت ابوالاسودا رضی اللہ عنہ کافی کچھ لکھ چکے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مَاأَحْسَنَ هٰذَا النحو قدنحوت" یعنی تم نے کتنے اچھے طریقے کا قصد کیا۔ اسی بناء پر اس علم کا نام "نحو" قرار پایا(۱) ایک قول یہ بھی ہے کہ ابوالاسود عراق کے گورنر زیاد کے بچوں کو پڑھایا کرتے تھے ایک دِن انہوں نے زیاد سے کہا: اللہ، امیر کی خیر کرے، میں دیکھتا ہوں کہ عربوں کے ساتھ یہ کثرت عجم مخلوط ہوگئے ہیں اور ان کی زبان متغیر ہوگئی ہے، کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں ان کے لیے ایسے قواعد تحریر کردوں، جس کی بناء پر وہ درست طریقہ سے عربی بولیں؟ زیاد نے کہا نہیں، پھر ایک دِن ایک شخص نے کہا "توفی ابونا وترك بنيں" ہمارا باپ فوت ہوگیا اور اس نے بیٹے چھوڑے ہیں، گویا اس نے عربی زبان میں گرائمر کی غلطی کی۔ تب زیاد نے کہا: ابوالاسود کو بلاؤ جب وہ آئے تو اس نے کہا: لوگوں کے لیے وہ قواعد تحریر کرو کہ جن سے میں نے پہلے منع کیا تھا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ زیادہ نے از خود ابوالاسود سے اس علم کی فرمائش کی، لیکن اس نے زیاد سے معذرت کرلی، پھر ایک دن ابوالاسود نے ایک شخص سے سنا، وہ سورہ توبہ کی آیت غلط پڑھ رہا ہے:

"اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ رَسُوْلُهٗ" (التوبہ،۳)

اس آیت میں "رسولہ" میں رسول پر پیش ہے، وہ شخص زبر پڑھ رہا تھا اور اس سے یہ معنی ہوجاتا ہے: اللہ مشرکوں اور اپنے رسول سے بے زار ہے۔ العیاذ باللہ! تب ابوالاسود، زیاد کے پاس گئے اور کہا: میں اب عربی قواعد لکھنے پر تیار ہوں۔(۲)

نحو کی تعریف:

علم نحو وہ علم ہے جس کے ذریعے اسم فعل اور حرف کے آخر کی حالت معلوم ہوتی ہے کہ اس میں تبدیلی آتی ہے یا نہیں اور کلمات کو آپس میں جوڑنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

موضوع:

اس علم کا موضوع وہ چیز لیے کہ علم میں جس کے حالات سے گفتگو کی جائے، نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔ نحو میں کلمہ کی بحث اس اعتبار سے ہوتی ہے کہ اس کا آخر بدلتا ہے یا نہیں؟

غرض:

عربی کلام میں لفظی خطا سے بچنا، یعنی خالص عربوں کے مطابق کلمات کو جوڑنا اور کلمات کے آخر میں تبدیلی لانا یا نہ لانا۔

اس مطالعہ سے علم نحو کی اہمیت اور مقصد اجاگر ہوتا ہے ایک مترجم قرآن کے لیے ضروری ہے کہ اسے اردو قواعد کے ساتھ ساتھ نحو پر بھی عبور حاصل ہو۔ اس پس منظر میں کنزالایمان پر علم نحو کے اثرات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ علم نحو ایک

وسیع علم ہے ان تمام کا اس مقالے میں احاطہ کرنا ممکن نہیں اس لیے یہاں صرف "حروف" کو ہی زیر بحث لایا گیا ہے۔

اذ:

(۱)۔وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ۔(۳)

○ اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو

○ اور جب کہا پروردگار تیرے واسطے فرشتوں کے

○ جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو

○ اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے

جبکہ مولانا احمد رضا خاں اس آیت مبارکہ کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

اور (یاد کر) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا

ان تراجم کے تقابلی مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ دیگر تراجم کے مقابلے میں آپ کے ترجمے میں بریکٹ میں "یاد کر" کا لفظ زائد ہے جو دیگر تراجم میں مفقود ہے۔ مذکورہ "یاد کر" کی حکمت کی تحقیق کرتے ہیں۔

"اذ" یہ مبنی بر سکون ہے، زمانہ ماضی کے لیے آتا ہے اگرچہ فعل مضارع پر داخل ہو، جملے کی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے خواہ جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ، جیسے "وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا" (یاد کرو جب تم بہت کم تعداد میں تھے) اور کبھی یہ (اُذکر) فعل محذوف کا مفعول فیہ بنتا ہے جیسے "وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ" اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا۔(۴)

تفسیرِ جلالین میں ہے:

"واذکر یا محمد اذقال ربك۔"

اور یاد کر اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اس پر محشی لکھتے ہیں:

"ارشاد به الی ان اذفی محل النصب وان العامل فیها ذکر مقدر قال ابوالبقاء فی تفسیر اذقال هو مفعول به تقدیره اذکر قال"۔

یہاں اشارہ ہے کہ "اذ" محل نصب میں ہے اور اس کا عامل "اذکر" مقدور ہے۔ ابوالبقاء نے "اذ قال" کی تفسیر میں کہا ہے کہ "اذ قال" مفعول بہ ہے اور تقدیر عبارت کی یہ ہے "اذکر اذ قال" اس کا لحاظ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے "یاد کر" کے لفظ کو بریکٹ میں بڑھایا اسی طرح مدارک میں ہے:

"اذنصب باضمار اذکر"

"اذ" "اذکر" کے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے منصوب۔(۵)

(۲)۔عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ۔(۶)

○ ایک خاص چشمہ جس پر مقربین بیٹھ کر پیئیں گے

○ وہ ایک چشمہ ہو گا جس پر خدا کے مقرب بندے پئیں گے

مذکورہ تراجم میں "بھا" میں "ب" کو بطور ظرف (جگہ) لیا ہے جس کے معنی ہوئے کہ وہ چشمہ پر بیٹھ کر پئیں گے۔ اس سے انکار ممکن نہیں کہ "ب" ظرفیت کے معنی میں استعمال ہوتا اگر یہاں "ب" ظرفیت کے معنی میں لیا جائے تو چشمہ پر بیٹھ کر پینا عجیب سا معلوم ہوتا ہے جو خلافِ واقع بھی ہے کہ چشمہ پر بیٹھ کر کوئی کیسے پی سکتا ہے ہاں چشمے کے کنارے پر بیٹھ کر پینا ممکن ہے لیکن چشمے پر بیٹھ کر پینا ممکن نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی نے "ب" کی ۱۲/وجوہ بیان کیں ہیں: (۱)۔ الصاق، (۲)۔ تعدیہ، (۳)۔ استعانت، (۴)۔ سبب، (۵)۔ مصاحبت، (۶)۔ ظرفیت، (۷)۔ استعلا، (۸)۔ مجاوزت، (۹)۔ تبعیض، (۱۰)۔ غایت، (۱۱)۔ مقابلہ، (۱۲)۔ تاکید الاتقان حصہ اوّل۔

قرآن کے مترجم کے لیے ضروری ہے کہ اسے "رب" کی تمام وجوہ کی معرفت حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ اسے "ب" کے اطلاقات اور مستثنیات کا بھی ادراک ہو مذکورہ تراجم کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مترجمین کو "ب" کے اطلاقات اور مستثنیات کا ادراک نہیں جس کی وجہ سے انہوں نے ایسا ترجمہ کر دیا۔

اس پس منظر میں مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ دیکھتے ہیں:

"وہ چشمہ جس سے مقربانِ بار گاہ پیتے ہیں"۔

مولانا احمد رضا خاں نے دیگر مترجمین کی طرح "ب" کو ظرفیت کے معنی میں استعمال نہیں کیا بلکہ "ب" کو تبعیض یعنی "من" کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

وہ چشمے سے پئیں گے نہ کہ چشمہ پر بیٹھ کر پئیں گے امام جلال الدین سیوطی دوسری آیت عینا یشرب بہا عباد اللہ میں "بھا" سے مراد منھم لیے، ان حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ:

(۱)۔ مولانا احمد رضا خاں کو "ب" کی تمام وجوہ کی معرفت حاصل ہے۔

(۲)۔ آپ کو ان وجوہ کے اطلاقات اور مستثنیات کے فن پر کامل عبور حاصل ہے۔

(۳)۔ یہ وجہ ہے کہ ان کے ترجمے میں سلالت و روانی جہاں پائی جاتی ہے وہیں ان کا ترجمہ حسب واقع بھی ہے۔

کلّا:

(۳)۔ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ۔(۷)

○ ہر گز نہیں، عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔ ہاں ہر گز نہیں، عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔

○ ہر گز نہیں، اب جان لیں گے، پھر بھی ہر گز نہیں، اب جان لیں گے۔

○ ہر گز ایسا نہیں عنقریب وہ جان لیں گے پھر ہر گز ابھی نہیں عنقریب وہ جان لیں گے۔

○ ہر گز ایسا نہیں، وہ عنقریب جان لیں گے۔ پھر ہر گز نہیں، وہ جلد جان جائیں گے۔

ان آیات میں "کلّا" تحقیق طلب ہے مختلف ماہرین نحو نے اس کے مختلف معنی بیان کیے ثعلب کے نزدیک یہ کاف تشبیہ اور لا نافیہ سے مرکب ہے۔

سیبویہ کے نزدیک وہ محض حرف ہے جس کے معنی ردع جھڑکنا، باز رکھنا اور مذمت کرنے کے ہیں۔

کسائی کے نزدیک حقاً کے ہیں:

پس معلوم ہوا کہ کلّا کے مختلف معنی ہیں اس لیے اس کا ہر موقع پر ایک ہی معنی مراد نہیں ہو گا بلکہ اس کا استعمال حسبِ حال ہو گا۔

اس تناظر میں ان آیات کا سیاق و سباق دیکھنا ہو گا یہاں کلا کا کونسا معنی مناسب ہے۔ مذکورہ آیات گذشتہ کے جواب پر مشتمل ہیں جو قیامت سے یقین سے پر مشتمل ہے یعنی کفار جو آخرت سے متعلق باتیں کر رہے ہیں وہ سب غلط ہیں جو کچھ ان لوگوں نے سمجھ رکھا ہے وہ ہر گز درست نہیں عنقریب یہ حقیقت ان پر آشکارہ ہو جائے گی کہ وہ وقت دور نہیں اس وقت انہیں معلوم ہو جائے گا رسول کریم ﷺ نے جو خبر انہیں دی تھی وہ درست ہے۔ اس لیے ان آیات میں ان کے غلط خیالات کی سرزنش کی جارہی ہے، انہیں جھڑکا جارہا ہے، انہیں ان خیالات سے باز رکھا جارہا اور باطل خیالات کی مذمت کی جارہی ہے۔

اگر یہ صورتِ حال ہے تو اس آیت کا ترجمہ نفی "ہر گز نہیں" سے نہیں کیا جائے گا بلکہ سیبویہ کے مطابق کلّا کا ترجمہ ردع، جھڑکنا، باز رکھنا اور مذمت کرنے سے کیا جائے گا۔ ان حقائق کو پیشِ نظر رکھ کر کنز الایمان سے ان آیات کے تراجم کا مطالعہ کرتے ہیں "ہاں ہاں! اب جان جائیں گے پھر ہاں ہاں جان جائیں گے۔

ان آیات کا ترجمہ کرتے وقت مولانا احمد رضا خاں کے پیشِ نظر مذکورہ سورہ مکمل پس منظر کے ساتھ کلّا سے متعلق تمام نحویین کی تحقیقات کا بھرپور ادراک ہے کلّا کے مختلف معنی کے اطلاقات اور مستثنیات کے فن پر کامل عبور حاصل ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے دیگر مترجمین کی طرح آپ نے "کلّا" کا ترجمہ "ہر گز نہیں" یعنی نفی سے نہیں کیا کیوں کہ مذکورہ تراجم سورۃ کے پس منظر میں حسبِ حال نہیں۔ مستقبل قریب میں دنیاوی عذاب کو دیکھیں گے اور ثانیاً عذاب آخرت ان دونوں

عذابوں کو پیشِ نظر رکھ کر انہیں تنبیہ کی جارہی جھڑکا جارہا اور ان کے بالکل خیالات کی مذمت کی جارہی۔ آپ نے مذکورہ آیات جو ترجمہ کیا ہے وہ آپ کی فن نحو پر مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے وہ ایک بار پھر ملاحظہ ہو۔

"ہاں ہاں! اب جان جائیں گے۔ پھر ہاں ہاں، جان جائیں گے"

"زور و جوش کے موقع پر، (كَلَّا سَيَعْلَمُونَ، ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ) کی یہ تکرار عربی حسنِ خطابت اور اسلوب بلاغت کا ایک خاص نمونہ ہے اردو محاورہ میں بھی تو زور وجوش کے موقع پر کہتے ہیں ابھی یہ دیکھیں گے اور پھر دیکھیں گے" عربی کے حسنِ خطابت کی مکمل جلوہ گری آپ کے اس ترجمہ سے نمایاں ہے۔

لام زائدہ:

(۴)۔ فَلَآ أُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ۔(۸)

- تو نہیں! میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے کی۔
- پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے۔
- پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں پلٹنے والے کی۔

مذکورہ تراجم کا آغاز لفظ "نہیں" سے کیا گیا ہے گویا مترجمین نے "لاقسم" کو منفصل مان کر یعنی جملے سے بالکل الگ مانتے ہوئے ترجمہ کیا ہے، لامنفصل، دراصل مخاطب کے خیال کی تردید میں واقع ہوتا ہے قسم کی نفی کے لیے نہیں۔ جب کہ مولانا احمد رضا خاں ایسی آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

- تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں۔

مولانا احمد رضا خاں اس آیت میں دیگر مترجمین کی طرح لامنفصل کی بجائے "لا" کو زائدہ مانتے ہیں لازائدہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہاں "لا" نہ ہو جب بھی وہی معنی مراد ہوں گے۔ اس اسلوب میں لازائد سے قسم کو مؤکد کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہاں تحقیق طلب امر یہ ہے اس آیت میں "لا" نافیہ (منفصل) ماننا زیادہ بہتر ہے یا "لا زائد" زیادہ مناسب ہے۔

قرطبی لکھتے ہیں:

(فلا أقسم) لا زائدة والمعنى أقسم۔(۹)

فلاأقسم، میں لا زائدہ اور اس کے معنی ہیں مجھے قسم ہے۔

نسفی لکھتے ہیں:

فلا أقسم۔ "لا" زائدہ۔(۱۰)

فلا اقسم میں "لا" زائد ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں:

قوله تعالى: (فلاأقسم) لا زائدة، ومعنى: أقسم۔(۱۱)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے فلاأقسم، جس میں لا زائدہ جس کے معنی ہیں مجھے قسم ہے۔

ابن عطیہ لکھتے ہیں:

قوله تعالىٰ (فلا) اماأمرتكون "لا" زائدة۔(۱۲)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے "فلا" جس میں لا زائدہ ممکن ہے۔

البغوی لکھتے ہیں:

قوله عزوجل: (فَلَآ أُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ)، لا زائدة معناه: أقسم بالخنس۔(۱۳)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے فلا أقسم بالخنس، یہاں "لا زائدة" جس کے معنی ہیں مجھے قسم ہے خنس کی۔

ابنِ عادل لکھتے ہیں:

قوله: (فَلَآ أُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ) اى: "أقسم" و"لا" زائدة۔(۱۴)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے فلا أقسم بالخنس، یعنی مجھے قسم ہے اور "لا" زائدہ۔

ابنِ کثیر لکھتے ہیں:

فَلَآ أُقۡسِمُ "لا" زائدة۔(۱۵)

فَلَآ أُقۡسِمُ میں لا زائدہ ہے۔

جلال الدین سیوطی و محلی لکھتے ہیں:

(فَلَآ أُقۡسِمُ) لا زائدة۔(۱۶)

فَلَآ أُقۡسِمُ میں لا زائدہ ہے۔

شوکانی لکھتے ہیں: (فَلَآ أُقۡسِمُ) "لا" زائدة۔(۱۷)

"لا زائدۃ" کا تاکید کے ساتھ آنے کا یہ فائدہ ہے کہ وہ نفی جواب کی تمہید بن جاتا ہے۔

"کسی شخص نے کسی عالم سے "لا أقسم بهذا البلد" کی بابت پوچھا کہ اس "لا" کے کیا معنی ہیں۔۔۔ اس عالم نے فرمایا: اہلِ عرب اپنے کلام کے درمیان حرف "لا" کو استعمال کرتے ہیں مگر معنی مراد نہیں لیتے چنانچہ انہوں نے اس شہادت میں چند عربی شاعروں کے اشعار بھی سنائے۔(۱۸)

ان تمام کی شواہد کی روشنی میں مولانا احمد رضا کے ترجمہ کی تائید ہوتی ہے جس میں انہوں نے اس آیت میں لانافیہ (منفصل) کی بجائے لازائدہ کے تحت ترجمہ کیا ہے۔

بعض مترجمین نے ان کا ترجمہ لازائد کے تحت کیا ہے ملاحظہ ہو۔

- پس میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والے (کی)۔
- سو قسم کھاتا ہوں میں پیچھے ہٹ جانے والوں (کی)
- میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے (ستاروں) کی
- پھر میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والے ستاروں کی

مذکورہ تراجم لازائدہ کے تحت تو کئے گئے ہیں مگر قسم کو مؤکد کرنے سے قاصر ہیں۔

جبکہ مولانا احمد رضا خاں نے اس آیت کا ترجمہ نہ صرف لازائدہ کے تحت کیا بلکہ لازائدہ کے زیر اثر اسے مؤکد بھی کیا جس کی چند اور مثالیں ملاحظہ ہوں:

لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ۔

مجھے اس شہر کی قسم۔

فَلَآ اُقۡسِمُ بِالشَّفَقِ۔

تو مجھے قسم ہے شام کے اُجالے کی۔

میں قسم کھاتا ہوں اس ترجمے میں یہ شائبہ موجود ہے کہ قسم زبردستی کہلوائی جارہی ہے۔ جیسا کہ عرف عام میں حلف یا قسم اٹھائی جاتی ہے۔ جبکہ مجھے قسم ہے اس میں کسی زبردستی کے پہلو کی نفی پائی جاتی ہے یہ قسم مؤکد ہے جس کی وجہ اس میں قدرت اور جلالت الٰہی نمایاں ہو رہی ہے۔

لام تاکید:

(۵)۔وَاِنَّا لَفٰعِلُوۡنَ۔(۱۹)

- اور ہم کو یہ کام کرنا۔

یہ ترجمہ لازائدہ تحت کیا گیا یعنی "لام تاکید" مگر "لام تاکید" اس ترجمہ پر دلالت نہیں کر رہا جب کہ مولانا احمد رضا خاں اس آیت کا یوں ترجمہ کرتے ہیں:

"اور ہمیں یہ ضرور کرنا ہے"

آپ نے اس آیت کا ترجمہ لازائدہ کے تحت بھی کیا اور "ضرور کرنے" سے کو مؤکد بھی کیا باقی تراجم لازائدہ کے تحت ضرور ہیں مگر کام کو مؤکد کرنے سے قاصر دکھائی دیتے ہیں۔

هٰٓؤُلَآءِ قریب:

(۶)۔ثُمَّ اَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ۔(۲۰)

- مگر آج وہی تم ہو
- پھر تم وہ ہو۔
- پھر تو وہی ہو۔
- پھر تم ہی وہ ہو

مذکورہ تراجم میں "هاؤلاءِ" جو قریب کے لیے استعمال ہونے والے لفظ کا ترجمہ بعید کے الفاظ میں "وہ" کر دیا گیا یعنی پھر تم ہی وہ ہو جسے الفاظ لا کر متن کے قریب الدلالت کا ترجمہ بعید الدلالت کے تحت کیا گیا آیت کریمہ "ثم انتم هولآء" میں انتم مبتدا اور هولاءِ اس کی خبر ہے جبکہ یہ دونوں حاضر اور قریب کے لیے استعمال ہوتے بالخصوص "اولا" پر صرف تنبیہ "ها" داخل ہونے کے بعد اس کا قریب و حاضر ہونا مؤکد ہوتا ہے۔

آئمہ نحو کہتے ہیں:

ثعلب کے نزدیک کلام عرب میں "اولی لك" کے معنی ہلاکت کے نزدیک ہونے کے بس اور اس کی اصل ولی ہے جس کے معنی قرب و نزدیکی کے ہیں اور اسی باب میں "قاتلوا الذین یلونکم" یعنی جو تم سے قریب ہوتے ہیں ان سے لڑو۔

نحاس کے نزدیک: اہلِ عرب "اولیٰ لک" اس معنی میں بولتے ہیں نہ "کدت تھلك" تو قریب بہ ہلاکت ہو گیا اور اس تقریر (عبارت) أولی لك الھلكة۔

"قریب آئی تیری ہلاکت" تھی الاتقان ص ۴۱۶، جلد اول۔

پس معلوم ہوا کہ مذکورہ آیت کا صحیح ترجمہ صرف اور صرف وہ مترجم کر سکتا ہے جسے نحو پر کامل عبور ہو۔ اس پس منظر میں مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ مطالعہ کرتے ہیں:

"پھر یہ جو تم ہو"

یہ ترجمہ اصل متن اور نحوی ترکیب کے مطابق ہوتے ہوئے فصاحت وبلاغت کے معیار پر بھی پورا ہے۔ اس کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ۔ (۲۱)

اس آیت میں بھی ھٰولاء مذکور ہے مولانا احمد رضا اس کا ترجمہ بعید کرنے کی بجائے قریب الدلالت کے تحت یوں کرتے ہیں:

"کہ تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں"

قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ۔ (۲۲)

کہا اے قوم یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں

(۷)۔ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ۔ (۲۳)

○ تاکہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔
○ تو کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے
○ تاکہ اللہ معاف کرے تجھ کو جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے
○ تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے۔
○ تاکہ اللہ آپ کی (سب) اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے

ان تراجم میں گناہ اور خطا کی نسبت نبی کریم کی طرف کی ہے اس تراجم کی صحت کا مطالعہ علم نحو کی روشنی میں کرتے ہیں:

لام تعلیل / اجل:

"لام" کی چار اقسام ہیں (۱)۔ جارہ، (۲)۔ ناصبہ، (۳)۔ جازمہ لام امر، (۴)۔ مہملہ۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے "لام جارہ" کی کئی اقسام بیان کی ہیں۔ چند ملاحظہ ہوں۔

(۱)۔ استحقاق، (۲)۔ اختصاص، (۳)۔ ملک، (۴)۔ تعلیل، (۵)۔ الیٰ، (۶)۔ علیٰ، (۷)۔ فی، (۸)۔ عند، (۹)۔ بعد، (۱۰)۔ عن، (۱۱)۔ تبلغ، (۱۲)۔ صیرورت وغیرھا۔ (۲۴)

لام تعلیل کا تعلق زیر بحث آیت سے اس کو موضوع تحقیق بناتے ہوئے "لام" کی دیگر اقسام سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ"۔ (۲۵)

یعنی وہ بوجہ محبت مال کے بخیل ہے۔

مولانا عبد الرحمٰن جامی لکھتے ہیں: وللتعليل نحو جئتك لاكرامك۔

میرا آپ کے پاس آنا آپ کے اکرام کی وجہ سے ہے۔

یہاں "لام" سبب، وجہ، واسطہ اور علت کے معنی استعمال ہوا۔ ایسے "لام" کو نحو کی اصطلاح میں لام تعلیل کہتے ہیں کتب تفاسیر میں تعلیل کے مترادف اجل کا لفظ بھی ملے گا اس کی بھی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ (۲۶)

○ ہم نے اس سبب بنی اسرائیل پر لازم کیا۔

خازن لکھتے ہیں:

یعنی سبب ذلک۔

قرطبی لکھتے ہیں:

ای من سبب هذه النازلة كتبنا

خفاجی لکھتے ہیں:

فلام لتعلیل ای غفر لاجلك

علی قاری لکھتے ہیں:

ولك، معناه لاجلك

یعنی "لک" کا لام یہاں لام اجل ہے جس کا مطلب ہے آپ کے سبب سے۔

شریف علی جرجانی لکھتے ہیں:

فالمعنی لیغفر لاجلك ماتقدم من ذنب امتك وماتاخر منه۔

تاکہ معاف کرے آپ کے سبب امت کے اگلے پچھلے ذنب

حضرت امام رازی لکھتے ہیں:

انافتحنا لك فتحاً فیه التعظیم من وجهین: احدها انا وثانیهما لك ای لاجلك علی وجه المنه۔

اس آیت کریمہ میں دو وجہ سے تعلیم پائی جاتی ہے کہ اس میں ایک "اَنا" ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا کرنا اپنی طرف منسوب کیا ہے اور دوسرا "ک" ضمیر خطاب ہے جس سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی ہے اور یہی بات حضرت شیخ زادہ نے بھی لکھی ہے: فی قوله تبارك وتعالیٰ انا فتحنالك تعظیم لا مرالفتح من وجهین احدها قوله انا والثانی قوله لك الی لاجل کرامتك عندی ولجل جهادك۔

یعنی "فنخالك" میں جو لام ہے وہ "لام الاجل" ہے جس کا معنی سبب ہوتا ہے تو آیت کا معنی یہ ہوا کہ ہم نے آپ کی کرامت وبزرگی کی وجہ سے فتح مبین عطا فرمائی یا آپ کے جہاد کے سبب فتح مبین عطا فرمائی تو اب معنی یوں ہو گا۔

ہم نے آپ کی عزت وکرامت یا آپ کے جہاد کی وجہ سے فتح مبین عطاء فرمائی تاکہ مغفرت کریں آپ کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے ذنب کی۔

تو اب شروع کی دونوں آیات میں لام تعلیل اور دوسری میں مزید تقدیر مضاف سے معنی کا رخ تبدیل ہو جائے گی۔

اول صحابہ کرام کی شرکت ہو جائے گی اور دوسری میں امت کے ذنب کی مغفرت ہو جائے گی۔(۲۷)

مذکورہ ماہرین لسانیات اور مفسرین کی تحقیقات کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ "لك" میں لام تعلیل / اجل کے طور پر استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں وجہ، سبب، علت اور واسطہ۔

اس آیت کریمہ میں لک کی لام تعلیل وجہ، سبب اور علت کی بنیاد فراہم کررہی ہے جن جن مفسرین نے اس قاعدے کو اس آیت میں برتا تو ان کے نزدیک لازماً یہاں "لام اجل / تعلیل ہو گا کہ مغفرت کی علت وسبب حضور کی ذات مقدسہ ہے اور یہ بھی محقق ہوا کہ مذکورہ تراجم میں ذنب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے وہ عقیدے اور نحو کے قاعدے کے مطابق درست نہیں۔ اس پس منظر میں مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

مولانا احمد رضا خاں نے گناہ کی نسبت دیگر مترجمین کی طرح نبی کریم سے نہیں کی بلکہ آپ نے مشاہرین اسلام کی تحقیقات کی روشنی میں مذکورہ آیت کے "لك" کے لام کو لام تعلیل / اجل مان کر "لك" ترجمہ تمہارے سبب کیا ہے۔ جو علم نحو کی مہارت پر آپ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کا ترجمہ عقیدے اور نحو کے اصول کے عین مطابق ہے۔ کہ اذنِ الٰہی سے امت کی بخشش کا سبب وعلت آپ کی ذات مقدسہ ہی ہے۔ یعنی ہمارے تمام نیک اعمال فرع ہیں بخشش کی اصل اور علت آقا کریم کی ذات مبارکہ ہے۔

تقدیر مضاف:

اگر مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو مضاف کا قائم مقام بنایا جائے اور اس حذف کا کوئی قرینہ بھی موجود ہو تو یہ عمل عین نحو کے مطابق ہو گا۔ قرآن سے تقدیر مضاف کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱)۔فِیۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡعِجۡلَ۔(۲۸)
اس آیت کریمہ میں العجل سے پہلے "حب" مضاف محذوف لیے تقدیر مضاف عبارت اب اس طرح ہو گی۔"فِیۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡعِجۡلَ" "حب" کو محذوف کرکے مضاف الیہ "الۡعِجۡلَ" کو مضاف کی جگہ رکھ کر نصب دی گئی ہے۔
(۲)۔وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ۔(۲۹)
اس آیت کریمہ سے پہلے "رب" "رب" کا کلمہ محذوف ہے جو کہ مضاف ہے اور السماء مضاف الیہ کو قائم مقام کر دیا گیا۔
(۳)۔وَّ جَآءَ رَبُّكَ۔(۳۰)
اس میں "رب" سے پہلے "امر" کو حذف کر دیا گیا ہے اور تقدیر عبادت "وجاء امر ربك" ہو گی اس میں "امر" کو حذف کرکے "رب" کو قائم مقام کیا گیا ہے۔
(۴)۔مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ بَعۡدِیۡ۔(۳۱)
"بعدی" اصل میں "بعد موتی" کلمہ محذوف ہے جو کہ مضاف لیے اور "ی" مضاف الیہ کو مضاف کا قائم مقام کر دیا گیا ہے۔
(۵)۔عَلٰی خَوۡفٍ مِّنۡ فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۟ئِهِمۡ۔(۳۲)
اس آیت میں فرعون سے پہلے "آل" کا کلمہ مضاف تھا اس مخفف کر دیا گیا اور "فرعون" جو مضاف الیہ تھا اس کا قائم مقام کر دیا گیا ہے۔
قرآن میں تقدیر مضاف کا قاعدہ کثیر الاستعمال ہے بعض کے نزدیک تین سو مرتبہ اور حضرت عبد العزیز پرہاروی کے مطابق ایک ہزار مرتبہ یہ قاعدہ استعمال ہوا ہے۔
اس تفہیم کے بعد تقدیر مضاف کے تناظر میں "ذنبك" کا مطالعہ کرتے ہیں۔"ذنبك" جس سے ظاہر یہ معلوم ہوتا کہ ضمیر خطاب "ك" سے مراد حضور ﷺ کی ذات مقدسہ ہے تقدیر مضاف کے قاعدے کی روشنی میں بیشتر مفسرین کے مطابق یہاں "لم تکن للنبی صلی الله علیه وسلم ذنب" کا قرینہ بھی موجود ہے کہ نبی کریم کے گناہ ممکن نہیں۔ اس لیے انہوں نے یہاں بھی مضاف کو مقدور کر کے ذنبک کر دیا۔
امام قرطبی لکھتے ہیں:
واستغفر لذنبك: قیل لذنب امتك، حذف المضاف واقیم المضاف الیه مقامه۔
آیت کریمہ "واستغفر لذنبك" میں کہا گیا "ذنوب امتك" ہے یعنی امت کے ذنب مراد ہیں کلمہ "امة" کو حذف کیا گیا اور "ك" مضاف الیہ کو مضاف کے قائم مقام کر دیا گیا۔
تقدیر مضاف کے مطابق یہاں "امہ" مقدور تسلیم کیا گیا ہے اور اس تقدیر مضاف سے "ذنب" کی نسبت امت کی طرف ہو گئی تو معنی یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جارہا ہے کہ آپ امت کے ذنب کی خاطر استغفار کریں۔ اب تقدیر مضاف عبارت یوں ہو گی "لیغفر الله ماتقدم من ذنب امتك وماتاخر"
حضرت امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود حنفی، ماتریدی سمرقندی کو علمائے احناف اپنا امام اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور ان کی نسبت سے ماتریدی کہلوانے پر فخر کرتے ہیں۔ آپ نے "لام تعلیل" اور "تقدیر مضاف" کے تحت اس آیت کی تاویل یوں فرمائی:
یرجع الی ذنوب امته ای لیغفر لك الله ذنوب امتك وهو مایشفع لامة، فیغفر لامة بشفاعة۔
اس آیت میں امت کے ذنوب مراد ہیں تاکہ مغفرت کرے اللہ تعالیٰ آپ کے سبب آپ کی امت کے ذنوب اور وہ یہ ہے کہ آپ امت کی شفاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت کے سبب آپ کی امت کی مغفرت کرے گا۔
آپ مزید فرماتے ہیں:
فعلی ذلك جائزان یکون قوله تعالیٰ لیغفر لك الله ان یغفر لامة بشفاعته۔
اس بنیاد پر یہ جائز ہے کہ آیت کریمہ لیغفر لك الله میں اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت کے سبب آپ کی امت کی مغفرت

کرے گا یعنی اس آیت کریمہ میں حضور کی شفاعت کے سبب امت کی مغفرت مراد لینا جائز ہے۔

امام المتکلمین کے فیصلے کے مطابق مولانا احمد رضا خاں مذکورہ آیت کا یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

"تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے"

پس معلوم ہوا کہ ترجمہ کی بنیاد امام محمد ماتریدی کی تاویل لام تعلیل اور تقدیر مضاف کے عین مطابق ہے۔

إِنَّ، أَنَّ:

ہمزہ پر فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ اِنَّ اور اَنَّ کا استعمال ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں جملہ میں تاکید کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ البتہ کسرہ کی صورت میں وہ جملہ جو اِنَّ سے شروع ہوتا ہے لفظی طور سے ایک مستقل جملہ ہوتا ہے۔ گو کہ سابق سے معنوی ربط پایا جا سکتا ہے اور اس ربط کا علم سیاق کلام سے حاصل ہو سکتا ہے لیکن اس کا اظہار لفظ سے نہیں ہوتا۔ جب کہ فتحہ کی صورت میں جو جملہ اَنَّ سے شروع ہوتا ہے وہ لفظی طور پر پچھلے جملے کا جزو بنتا ہے۔ اس کا سابقہ کلام سے گہرا معنوی ربط ہوتا ہے اور اس کا اظہار خود اس لفظ سے ہوتا ہے۔ استعمالات کی روشنی میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کسرہ کی صورت میں تاکید کا مفہوم لازمی پیدا ہوتا ہے اور ترجمہ میں اس کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جبکہ فتحہ کی صورت میں تاکید کے مفہوم کے مقابلے میں سابق ربط کا مفہوم غالب ہوتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ۔ (۴۳)

○ اور ہم نے اس طرح اس قرآن کو نہایت واضح دلیلوں کی صورت اتارا ہے (کہ لوگ ہدایت حاصل کریں) اور بے شک اللہ ہی ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

○ اور اسی طرح ہم نے اس (پورے قرآن) کو روشن دلیل کی صورت میں نازل فرمایا اور بے شک جسے ارادہ فرماتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے۔

○ اور اسی طرح ہم نے قرآن کو واضح آیتیں بنا کر نازل کیا ہے اور بے شک اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

○ اور اسی طرح ہم نے اس (قرآن) کو نازل کیا ہے روشن دلیلوں کی صورت اور بے شک اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

مذکورہ تراجم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تراجم میں اُنَّ کی خاص معنویت کو نظر انداز کر کے اس کے ساتھ اِنَّ (بے شک) کا معاملہ کیا ہے جس سے آیت کی معنویت متاثر ہوئی۔ اس تناظر میں مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کا مطالعہ کرتے ہیں آیا کہ انہوں نے ترجمے میں اِنَّ (بے شک) کا معاملہ کیا ہے۔ یا اَنَّ کی معنویت کو برقرار رکھا ہے۔

ترجمہ: "اور بات یہی ہے کہ ہم نے یہ قرآن اتارا روشن آیتیں اور یہ کہ اللہ راہ دیتا ہے جسے چاہے"۔

آپ نے اس ترجمے میں دیگر مترجمین کی طرح اَنَّ کا ترجمہ اِنَّ (بے شک) سے نہیں کیا بلکہ اَنَّ کی معنویت کو ترجمے میں خوب سمویا ہے۔

لو:

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ (۴۴)

○ کتنی بری متاع تھی جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، کاش انہیں معلوم ہوتا!

○ اور وہ چیز بری ہے جس کے بدلے میں انہوں نے اپنے آپ کو بیچا کاش وہ جانتے۔

○ اور جس چیز کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، وہ بری تھی۔ کاش وہ (اس بات کو) جانتے۔

○ وہ بہت ہی بری چیز ہے جس کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانوں (کی حقیقی برتری یعنی اُخروی فلاح) کو بیچ ڈالا، کاش! وہ اس (سودے کی حقیقت) کو جانتے۔

○ اور وہ بدترین چیز ہے جس کے بدلے وہ اپنے آپ کو فروخت کر رہے ہیں، کاش کہ یہ جانتے ہوئے۔

○ اور کس برا (معاوضہ) ہے جس پر انہوں نے اپنی جانوں کا سودا کیا۔ کاش انہیں اس کا علم ہوتا۔

ان تراجم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا کہ لو حرف تمنا بھی ہے اور حروف تمنا سے مراد وہ حروف تمنا ہیں جو آرزو اور تمنا کے موقع پر بولے جاتے ہیں جس کے معنی ہیں "خواہش" آرزو، شوق، اشتیاق، درخواست اور ارمان، لغوی اعتبار سے اس حرف تمنا کی نسب انسانوں کی طرف ہو تو اس کے لیے تو مناسب ہے لیکن لغوی اعتبار سے حرف تمنا کا اطلاق اللہ پر کرنا محال ہے جیسا کہ مذکورہ تراجم میں حرف تمنا کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے جو مناسب نہیں۔ اس تناظر میں مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کا مطالعہ کرتے ہیں:

"اور بے شک کیا بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچیں کسی طرح انہیں علم ہوتا۔"

اس ترجمہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مولانا نے حرف "لو" کا ترجمہ تمنا "کاش" کے تحت نہیں کیا ان کے نزدیک حرف تمنا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا اس کے شایان شان نہیں اس لیے آپ نے "لو" حرف تمنا کے طور پر استعمال کرنے سے مکمل پرہیز کیا۔ بلکہ 'لو" کو بطور حرف شرط کس طرح استعمال کیا جس سے ترجمہ کا اعتقادی قسم خود بہ خود دفع ہو گیا۔ اور نحو کے تقاضے بھی پورے ہو گئے۔

ثَمَّ:

ثُمَّ جب ضمہ کے ساتھ ہو تو حرف عطف ہوتا ہے اور اس میں حسب موقع "پھر" یا "بھی" یا "پھر بھی" کا مفہوم ہوتا ہے جب ثَمَّ فتحہ کے ساتھ ہو تو اشارہ مکان کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کا ترجمہ "وہاں" سے کیا جاتا ہے ثَمَّ فتحہ کے ساتھ قرآن میں چار مرتبہ آیا ہے سبھی مترجمین نے اس کا "وہاں" ترجمہ کیا ہے جبکہ ذیل آیت میں کئی مترجمین نے اس کا خیال نہیں رکھا ملاحظہ ہو:

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ۔(۳۵)

○ سردار (اور) امانت دار

○ اس کی بات مانی جاتی ہے اور وہ نہایت امیں بھی ہے

○ جس کی (آسمانوں میں) اطاعت کی جاتی ہے امین ہے

ان تراجم کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ "ثَمَّ" کا ترجمہ نہیں گیا۔ جب کہ مولانا احمد رضا اس آیت کا ترجمہ کچھ اس طرح کرتے ہیں:

"وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار ہے"

جبکہ آپ نے ثَمَّ کا ترجمہ "وہاں" کیا ہے۔ ثَمَّ کا تعلق بعد کی صنعتِ امین سے نہیں بلکہ سابق مطاع سے ہے۔

لام توقیت:

لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ۔(۳۶)

وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔

آپ نے اس آیت کا ترجمہ لام توقیت کے تحت کیا ہے۔

اس کی دوسری مثال:

طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ۔(۳۷)

جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت کے پہلے طلاق دو۔

مذکورہ ترجمہ تبیین کے تحت کیا گیا ہے۔ جبکہ آپ اسی آیت کا ترجمہ لام توقیت کے تحت یوں کرتے ہیں:

"جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو"

پس معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں نے ان دونوں آیات کا ترجمہ لام توقیت کے تحت کیا ہے۔

لام تبیین:

یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔(۳۸)

"تمہارے اعمال تمہارے کے لیے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا"۔

آپ نے پہلے لکم کے لام کو علت وسبب مانا اور دوسرے لکھ کے لام کو تبیین مان کر ترجمہ کیا ہے اس کی ایک اور مثال:

یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا۔(۳۹)

"اس دِن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی، مگر اس کی جسے رحمٰن نے اذن دے دیا ہے اور اس کی بات پسند فرمائی"

آپ نے اس آیت کا ترجمہ لام تبیین ہی کے تحت کیا ہے۔

باء بمعنی عن:

اِلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ۔(۴۰)

آسمان اس صدمے سے پھٹ جائے گا۔

آپ نے اس آیت میں "باء" کا ترجمہ عن (سے) کیا ہے۔

باء ملابست ومصاحبت:

یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ۔(۴۱)

جس دِن وہ تمہیں بلائے گا تم اس کی حمد کرتے چلے آؤ گے۔

آپ نے ترجمہ باء ملابست ومصاحبت کے تحت کیا۔

باء استعانت:

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ۔(۴۲)

ثمود نے اپنی سرکشی کی بناء پر جھٹلایا۔

قوم ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے (اپنے پیغمبر ﷺ کو) جھٹلایا

ثمود نے اپنی سرکشی کے باعث (اپنے پیغمبر صالح علیہ السلام کو) کو جھٹلایا۔

ان تمام تراجم میں "باء" کو سبب مان کر ترجمہ کیا گیا ہے جبکہ مولانا احمد رضا خاں نے اسی آیت کا ترجمہ اس طرح کیا:

"ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا"

آپ نے اس آیت کا ترجمہ باء سبب کی بجائے باء استعانت کے تحت کیا ہے۔

مانافیہ:

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ۔(۴۳)

تو تو جانتا ہے جیسا یہ بولتے ہیں

جبکہ مولانا احمد رضا نے اس کا ترجمہ مانافیہ کے تحت کیا ہے وہ ملاحظہ ہو:

کہ تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں۔

اس ترجمہ کی تائید ان تفاسیر سے بھی ہوتی ہے:

"والمعنی لقد علمت عجز هم عن النطق فکیف نسالهم" آپ تو یقیناً جانتے ہیں کہ یہ بت بولنے سے عاجز ہیں (یہ بولتے نہیں) ان سے ہم کیسے سوال کریں۔(۴۴)

والله لقد علمت ان لیس من سانهم النطق فکیف تامرنا سوالهم۔

"بخدا آپ تو خوب جانتے ہیں، یہ بولتے نہیں، آپ ہمیں ان سے سوال کرنے کا حکم کیسے دے رہے ہیں"۔(۴۵)

ب:

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ۔(۴۶)

- نہ ماں کو اس کی اولاد کے ذریعے تکلیف دینے کا حق ہے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کے ذریعے۔
- ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے یا باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے کوئی ضرور پہنچایا جائے۔
- نہ تو ماں کو نقصان پہنچایا جائے اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ ہی باپ کو زیاں پہنچایا جائے اس بچہ کے سبب۔
- نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے۔
- اس آیت کا ترجمہ عام طور پر یہ کیا کہ "نہ تو ماں کو اس وجہ سے تکلیف میں ڈالا جائے کہ بچہ اس کا ہے، اور نہ باپ ہی کو اس وجہ سے تنگ کیا جائے کہ بچہ اس کا ہے۔

اس آیت کے ترجمے میں "ب" کو علت کے طور پر مانا گیا ہے جب کہ "فعل ضار یضار کا صلہ "با" آتا ہے"(۴۷)

اس پس منظر میں مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کا مطالعہ کرتے ہیں:

ماں ضرر نہ دے اپنے بچہ کو اور نہ اولاد والا اپنی اولاد کو

بالفاظ دیگر نہ تو ماں ایسا رویہ اختیار کرے کہ اس کے بچے کو نقصان پہنچے اور نہ ہی باپ ہی ایسا رویہ اختیار کرے جو اس کے بچے کے لیے نقصان دہ ہو یہ ترجمہ نحو کے اعتبار سے بھی درست ہے۔ ماں باپ کے تنازعات میں اصل نقصان بچہ ہی کو پہنچتا ہے والدین اپنی اپنی انا کی تسکین کے لیے بچوں کے مفادات کو داؤں پر لگا دیتے ہیں اس طرح جہاں والدین کے احترام کا حکم دیا گیا اسی طرح ماں باپ کو بھی اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لیے ایمانی، روحانی، جسمانی، ذہنی، سماجی ضرر بننے سے گریز کریں۔

ب:

وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (۴۸)

- ہم ان کو جو کچھ کرتے رہے اس کا بہترین اجر دیں گے۔
- اور ہم یقیناً صبر کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بہترین اجر دیں گے۔
- اور ہم یقیناً صبر کرنے والوں کو ان کے اعمال سے بہتر جزا عطا کریں گے۔
- اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم ان کو ان کے اعمال کا اچھا بدلہ دیں گے۔
- اور صبر کرنے والوں کو ہم بھلے اعمال کا بہترین بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔
- اور ہم ضرور صبر سے کام لینے والوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے۔

فعل جزا کی مختلف صورتیں ہیں اگر یہ کہنا ہو کہ اس نے بہترین بدلہ دیا تو کہا جاتا ہے جزاك احسن الجزاء۔ اور اگر یہ کہنا مقصود ہو کہ "اس نے تمہیں تمہارے عمل کا صلہ دیا" تو کہا جاتا ہے: جزاك بما عملت أحسن الجزاء۔ اگر یہ کہنا ہو کہ اس نے تمہیں تمہارے بہترین عمل کا صلہ دیا تو کہا جاتا ہے: جزاك بأحسن ما عملت۔ گویا اگر بہترین بدلہ کہنا ہو تو احسن الجزاء کہیں گے اور بہترین عمل کہنا مقصود ہو تو عمل کی طرف احسن کی اضافت ہوگی جیسے بأحسن ما کانوں یعملون۔ یہ آخری اسلوب قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ان سب مقامات پر بہترین عمل کا مفہوم اختیار کیا جاتا جو جملہ کی مذکورہ ترتیب سے متبادر ہے لیکن اس کی بجائے بہت سارے لوگوں نے بہترین بدلے کا مفہوم اختیار کیا۔ (۴۹)

اَحسن اور باَحسن کی نحوی تفہیم کے بعد مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کا مطالعہ کرتے ہیں: "اور ضرور ہم صبر کرنے والوں کو ان کا وہ صلہ دیں گے جو ان کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو۔

آپ نے نحوی اصول کے مطابق بہترین جزا کی بجائے بہترین عمل (اچھے کام) ترجمہ کیا ہے۔

فرض علی اور فرض لہ:

فرض کے ساتھ جب علی آتا ہے تو اس کے معنی کسی پر کچھ فرض کرنے اور لازم کرنے کے ہوتے ہیں اور جب فرض لہ کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی کسی پر مقرر کرنے کے لیے آتا ہے بعض مترجمین فرض علی اور فرض لہ کا لحاظ نہیں کرتے وہ دونوں کا ایک ہی ترجمہ کر دیتے ہیں جیسے:

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ۔ (۵۰)

- اور نبی کے لیے اللہ نے جو فرض کیا، اس میں کوئی تنگی نہیں۔
- نبی کے لیے خدا کے فرائض میں کوئی حرج نہیں۔

اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس کام (کی انجام دہی) میں کوئی حرج نہیں جو اللہ نے ان کے لیے فرض فرما دیا فرض علی اور فرض لہ کی تفہیم کے بعد یہاں یہ حقیقت قابل غور ہے کہ یہاں کسی ایسے فرض کی بات نہیں ہو رہی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد کیا گیا ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک بات مقرر کی ہے اور بتایا جا رہا کہ اس کی انجام دہی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی تنگی و حرج نہیں۔

اس پس منظر میں مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

"نبی پر کوئی حرج نہیں اس بات میں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرمائی"

آپ نے اس ترجمہ میں دیگر مترجمین کی طرح فرض علی کے تحت ترجمہ نہیں کیا بلکہ نحوی اصول کے پیشِ نظر فرض لہ کے تحت ترجمہ کیا ہے۔

حرف سین:

كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ۔(۵۱)

ان کو اصل میں حال معلوم ہو جائے گا۔

یقیناً وہ جان لیں گے۔

السین حرف ہے اس کا دخول مضارع کے لیے خاص ہے اور جب یہ مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اسے خالص مستقبل میں کر دیتا ہے۔ نحویاں بصرہ اس طرف گئے ہیں "سوف" کے مقابلے میں اگر فعل مضارع "سین" کے سات اس میں یہ نسبت "سوف" کے مستقبل کی مدت زیادہ تنگ (کم وسیع) ہوتی ہے۔(۵۲)

اس سے معلوم ہوا کہ جب "سین" مضارع پر داخل ہو گا تو مستقبل قریب کے معنی دے گا نہ مستقبل مطلق کے۔ اس تناظر میں مذکورہ بالا تراجم کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ مترجمین نے "سین" کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ "یعلمون" کا ترجمہ کیا ہے جسے ان کو اصل حال معلوم ہو جائے گا۔ یقیناً وہ اسے جان لیں گے۔ یہاں انہوں نے "یعلمون" کا ترجمہ مستقبل مطلق کے تحت کیا ہے اور نحوی اعتبار سے "سین" کا ترجمہ کرنے سے گریز کیا۔ جب کہ نحوی اعتبار سے اس کا ترجمہ مستقبل قریب میں ہونا چاہیے۔ علم نحو کے تناظر میں مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کا مطالعہ کرتے ہیں:

"اب جان جائیں گے" آپ نے مذکورہ آیت کا ترجمہ دیگر مترجمین کی طرح مستقبل مطلق کے تحت نہیں کیا بلکہ حرف "سین" کی موجودگی کی وجہ سے مستقبل قریب میں کیا ہے۔ جو نحوی اصول کے عین مطابق ہے۔

عن برائے تعلیل:

فَقَالَ اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ۔(۵۳)

٭ تو کہا میں نے مال کی محبت کو یادِ الٰہی سے عزیز سمجھا۔

٭ تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے (غافل ہو کر) مال کی صحبت اختیار کی۔

٭ تو انہوں نے (انابۃً) کہا: جس مال (یعنی گھوڑوں) کی محبت کو اپنے رب کے ذکر سے بھی (زیادہ) پسند کر بیٹھا ہوں۔

ان تراجم سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو یادِ الٰہی سے زیادہ مال کی محبت عزیز تھی جو کہ خلاف واقعہ ہے۔ یہاں مترجمین نے مذکورہ "عن" کو "من" کے معنی میں لیا ہے جس کی وجہ اعتقادی پہلو داغ دار ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ "عن" کی کئی وجوہ ہیں مثلاً مجاوزات، بدل، تعلیل، علی، بعد اور من۔ مترجم کے لیے ضروری ہے کہ اسے عن کی تمام وجوہ نہ صرف ادراک ہو بلکہ ان کے اطلاق اور مستثنیات کا کامل علم بھی ہو۔ مولانا احمد رضا خاں کو فنِ نحو پر کامل عبور تھا انہیں "عن" کی تمام وجوہ، اطلاق اور مستثنیات کی بھرپور معرفت حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ آپ نے دیگر مترجمین کی طرح مذکورہ آیت میں "عن" کا ترجمہ "من" سے نہیں کیا بلکہ "عن" کو تعلیل کے معنی یعنی سبب کے طور پر استعمال کیا ہے جس کی وجہ سے آپ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عصمت و عظمت کا بھرپور تحفظ کیا وہ ترجمہ ملاحظہ ہو:

"سلیمان علیہ السلام نے کہا: مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لیے"

ان حقائق سے معلوم ہوا کہ مترجم قرآن کے لیے علم نحو کا جاننا کتنا ضروری ہے اگر مترجم علم نحو سے ناواقف ہے تو اُس کا ترجمہ کیا سے کیا ہو جائے گا جس کی چند مثالیں ہم ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کنز الایمان کا مطالعہ جب علم نحو کے تناظر میں کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس علم کو اپنے ترجمہ میں خوب برتا جب کہ دیگر تراجم میں ہمیں یہ خال خال دکھائی دیتا ہے۔ یہ عنوان اتنا وسعت کا حامل ہے کہ اس عنوان پر تحقیق کر کے ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی جا سکتی ہے۔

حوالہ جات:

(۱)۔ نحو میر مترجم مع حاشیہ، 18۔

(۲)۔ زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن، ص۸۹۔

(۳)۔ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ، آیت نمبر 30۔

(۴)۔ محمد شایان نعیمی، النحو، ص۱۱۱، حنفیہ اسلامک انسٹیٹیوٹ۔

(۵)۔ تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان، 42۔

(۶)۔ سُوْرَۃُ الْمُطَفِّفِیْن، آیت نمبر 28۔

(۷)۔ سُوْرَۃُ النَّبَا، آیت نمبر 4-5۔

(۸)۔ سُوْرَۃُ التَّکْوِیْر، آیت نمبر 15۔

(۹)۔ علامہ قرطبی، تفسیر الجامع لاحکام القرآن۔

(۱۰)۔ علامہ نسفی مدارک التنزیل وحقائق التاویل۔

(۱۱)۔ علامہ ابن جوزی، تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر۔

(۱۲)۔ علامہ ابن عطیہ، الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز۔

(۱۳)۔ علامہ بغوی، تفسیر معالم التنزیل۔

(۱۴)۔ علامہ ابن عادل، تفسیر اللباب فی علوم الکتاب۔

(۱۵)۔ علامہ ابن کثیر، تفسیر القرآن الکریم۔

(۱۶)۔ علامہ جلال الدین سیوطی، محلی، تفسیر جلالین۔

(۱۷)۔ علامہ شوکانی، تفسیر فتح القدیر۔

(۱۸)۔ الاتقان حصہ دوم، ص۹۲۔

(۱۹)۔ سُوْرَۃُ یُوْسُف، آیت ۶۱۔

(۲۰)۔ البقرہ: ۸۵۔

(۲۱)۔ سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآء، آیت نمبر 65۔

(۲۲)۔ سُوْرَۃُ ھُوْد، آیت نمبر 78۔

(۲۳)۔ سُوْرَۃُ الْفَتْح، آیت نمبر 2۔

(۲۴)۔ الاتقان فی علوم القرآن۔

(۲۵)۔ سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰت، آیت نمبر 8۔

(۲۶)۔ سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃ، آیت نمبر 32۔

(۲۷)۔ سید شاہ حسین گردیزی، مفتی، الذنب فی القرآن، ص۲۷۶، مکتبہ تہامہ، گلستانِ جوہر، کراچی۔

(۲۸)۔ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ، آیت ۹۳۔

(۲۹)۔ سُوْرَۃُ الطَّارِق، آیت ۱۔

(۳۰)۔ سُوْرَۃُ الْفَجْر، آیت ۲۲۔

(۳۱)۔ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ، آیت ۱۳۳۔

(۳۲)۔ سُوْرَۃُ یُوْنُس، آیت ۸۳۔

(۳۳)۔ الحج: ۱۶۔

(۳۴)۔ البقرہ: ۱۰۲۔

(۳۵)۔ التکویر، ۲۱۔

(۳۶)۔ الاعراف: ۱۸۷۔

(۳۷)۔ الطلاق: ۱۔

(۳۸)۔ احزاب: ۱۷۔

(۳۹)۔ طٰہٰ، ۱۰۹۔

(۴۰)۔ المزمل: ۱۸۔

(۴۱)۔ الاسراء: ۵۲۔

(۴۲)۔ الشمس: ۱۱۔

(۴۳)۔ سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآء، آیت ۶۵۔

(۴۴)۔ مدارک بحوالہ تسکین الجنان، ص25۔

(۴۵)۔ تسکین الجنان، ص25۔

(۴۶)۔ البقرۃ: ۲۳۳۔

(۴۷)۔ ڈاکٹر محی الدین غازی، مقالہ ''اردو تراجم قرآن پر ایک نظر'' مشمولہ ماہنامہ الشریعہ، ص11، نومبر 2014ء۔

(۴۸)۔ سُوْرَۃُ النَّحْل، آیت ۹۶۔

(۴۹)۔ محی الدین غازی، ڈاکٹر، مقالہ: ''اردو تراجم پر ایک نظر''، مشمولہ ماہنامہ الشریعۃ، دسمبر ۲۰۱۴ء۔

(۵۰)۔ سُوْرَۃُ الْاَحْزَاب، آیت ۳۸۔

(۵۱)۔ سُوْرَۃُ النَّبَا: آیت ۴۔

(۵۲)۔ الاتقان، حصہ اول، ص۵۱۸۔

(۵۳)۔ سُوْرَۃُ ص، آیت ۳۲۔

اسلامی علوم کا فروغ اور دارالعلوم منظر الاسلام

غلام مصطفیٰ رضوی

ہندوستان میں انگریزوں کی آمد سے قبل ہزاروں مدارس و جامعات موجود تھے، جن کے انتظام و انصرام کے لیے شاہانِ مغلیہ نے بڑی بڑی جاگیریں وقف کر رکھی تھیں۔ یہ مدارس علم دین کے ساتھ ساتھ فلسفہ و طب، ریاضی و جغرافیہ اور حکمت کی بھی تعلیم دیتے تھے۔ دینی و دُنیوی اور مذہبی اور سیاسی قیادت انہیں مدارس کے فارغین کے ذمہ تھی۔

انگریزوں نے اقتدار پر قبضہ جمانے کے فوراً بعد مدارسِ اسلامیہ کے لیے مختص جائیدادوں کو ضبط کر لیا تاکہ مدارس مفلوک الحال ہو کر زوال پذیر ہو جائیں اور حصولِ علم دین کے جذبات سرد پڑ جائیں۔ انہیں اندیشہ تھا کہ اگر مدارس اسلامیہ کو بند نہیں کروایا گیا تو جذبۂ حریت بیدار ہو جائے گا اور ہندوستان میں برطانوی اقتدار خطرے میں آ جائے گا۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد انگریز حامی علما کا ایک طبقہ پیدا ہوا، بعض کو انگریزوں سے وظیفے بھی ملا کرتے تھے اور مدارس بھی قائم ہوئے جس کے مہتمم میں بعض انگریز افسران سے راہ و رسم بھی رکھتے اور مسلمانوں میں انتشار و افتراق کے بیج بوتے تھے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ بعض علما نے اپنی تحریروں میں ایسے رجحانات تشکیل دے ڈالے جن سے عظمت و ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر حرف آتا تھا، ایسے وقت میں جب کہ علم کے راستے سے مسلمانوں میں اختلاف و انتشار پروان چڑھ رہا تھا اور نظریاتی و اعتقادی تخریب کاری کا سامان مہیا ہو رہا تھا مفکرِ اسلام امام احمد رضا محدث بریلوی (ولادت: ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء-وصال: ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) نے شہر بریلی میں ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں دارالعلوم منظر اسلام کی بنیاد رکھی، جس کے فضلاء نے برصغیر میں عظمت و ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے جد وجہد کی اور اسلامیانِ ہند میں محبت و اُلفت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح پھونک دی۔

امام احمد رضا بریلوی ۵۰/سے زیادہ علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے، مترجم و مفسر، محدث و فقیہ اور ماہر تعلیم تھے۔ وہ سائنس داں بھی تھے اور فلاسفر بھی، لیکن ایک سچے مسلمان اور فکر صحیح کے مالک تھے۔

ایک مقام پر مولوی حاکم علی بی۔اے نقشبندی مجددی (پروفیسر سائنس، اسلامیہ کالج لاہور) کو مخاطب کرتے ہوئے بڑی دل پذیر تعلیم تلقین فرماتے ہیں:

"محب فقیر سائنس یوں مسلمان نہ ہو گی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دورازکار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی، نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوتی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے، دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و اسکات ہو۔"(۱)

بیسویں صدی عیسوی کا ابتدائی دور مسلمانوں کے لیے بڑا ہی ابتلاء و آزمائش کا دور تھا، بہت سے مسلم لیڈران ہندو مسلم اتحاد کی آڑ میں مذہبی حمیت و غیرت کا سودا کر کے شعارِ شرکیہ کو رواج دے رہے تھے، ایسے حالات میں امام احمد رضا خان بریلوی نے تحریر و تصنیف کے ساتھ ہی مسلمانوں میں احیائے علم دین کے لیے دارالعلوم منظر اسلام قائم کیا اور اعتقادی و عملی برائیوں کے سد باب کے لیے اپنے شاگردوں اور تلامذہ کی ایک ٹیم تیار کی۔ علاوہ ازیں، ہندوؤں سے اتحاد کے اشد نقصانات سے مسلمانوں کو باخبر کیا۔ اس موضوع پر آپ کی

تصنیف "المحجة المؤتمنة فی آیة الممتحنة" ۱۳۳۹ھ بڑی فکر انگیز اور دعوتِ فکر ہے۔ اس کتاب میں مخرب اخلاق انگریزی تعلیم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"انگریزی اور وہ بے سود و تضییع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دُنیا میں بھی نہیں پڑتا جو صرف اس لیے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے ایں و آں و مہملات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو، وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے۔" (۲)

کسی بھی تعلیمی ادارہ کے بانی کے افکار و خیالات اس ادارے کے قیام کے مقاصد کا تعین کرتے ہیں، امام احمد رضا بریلوی ایمان و عقیدے کی سلامتی کے ساتھ مسلمانوں کی ترقی کے خواہاں تھے اور ہر شعبۂ علم میں مسلمانوں کو آگے دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ کے واضح تعلیمی و تعمیری افکار و نظریات آپ کی تصانیف کے مطالعہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔

آج کل علم کا بڑا چرچا ہے، لیکن فیضِ علم نظر نہیں آتا۔ حصولِ علم کا مقصد حصولِ معاش بن کر رہ گیا ہے۔ اخلاق سے عاری تعلیم اور نصاب کی کم زوری جس میں دین فطرت کے تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ امام احمد رضا تعلیم و تعلم کے نشیب و فراز سے اچھی طرح واقف تھے اور ایک ماہرِ نصاب بھی۔ بانیِ دارالعلوم منظر اسلام کے تعلیمی نظریات کے حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی لکھتے ہیں:

کسی بھی دینی مدرسے کے بانی کے لیے ضروری ہے کہ اخلاص و فکر صحیح کے ساتھ ساتھ تعلیم کے بارے میں اس کے نظریات واضح اور مفید ہوں، اس پہلو سے جب ہم امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے تعلیمی نظریات کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ ایک بے مثال ماہر تعلیم نظر آتے ہیں۔ یہاں چند نکات پیش کیے جاتے ہیں:

(۱)۔ تعلیم کا محور دین اسلام ہونا چاہیے۔

(۲)۔ بنیادی مقصد خدا رسی اور رسول شناسی ہونا چاہیے۔

(۳)۔ سائنس اور مفید علوم عقلیہ کی تحصیل میں مضائقہ نہیں، مگر ہیئت اشیاء سے زیادہ خالق اشیاء کی معرفت ضروری ہے۔

(۴)۔ ابتدائی سطح پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نقش دل پر بٹھا دیا جائے اسی کے ساتھ ساتھ آل و اصحاب اور اولیاء و صلحاء کے نقوش بھی قائم کر دیے جائیں۔

(۵)۔ جو کچھ پڑھا جائے وہ حقائق پر مبنی ہو، جھوٹی باتیں انسانی فطرت پر برا اثر ڈالتی ہیں۔

(۶)۔ انہیں ان علوم کی تعلیم دی جائے جو دین و دُنیا میں کام آئیں، غیر مفید اور غیر ضروری علوم کو نصاب سے خارج کر دیا جائے۔

(۷)۔ اساتذہ کے دل میں اخلاص و محبت اور قومی تعمیر کی لگن ہو۔

(۸)۔ طلبہ میں خود شناسی اور خود داری کا جوہر پیدا کیا جائے کہ دست سوال دراز نہ کریں۔

(۹)۔ طلبہ میں تعلیم اور متعلقات تعلیم کا احترام پیدا کیا جائے۔

(۱۰)۔ بری صحبت سے طلبہ کو بچایا جائے، مفید کھیل اور سیر و تفریح اس حد تک ضروری ہے کہ طالب علم میں نشاط و انبساط پیدا ہو۔

(۱۱)۔ تعلیمی ادارے کا ماحول پر سکون اور پر وقار ہو، تاکہ طالب علم کے دل میں وحشت اور انتشارِ فکر نہ ہو۔ (۳)

بانی دارالعلوم منظر اسلام کی نصاب سازی اور علوم نقلیہ و عقلیہ میں مہارت پر بہت سے تحقیقی مقالات و مضامین قلم بند کیے جا چکے ہیں، علاوہ ازیں ایم۔ ایڈ سطح پر دس سے زائد مقالے لکھے گئے اور ہنوز قلم کا سفر شوق جاری ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ دارالعلوم منظر اسلام ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں قائم ہوا، پہلے سال کے تمام اخراجات امام احمد رضا بریلوی نے اپنی جیب خاص سے عنایت فرمائے، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ۱۲۸۶ھ / ۱۸۷۰ء میں فارغ ہونے کے بعد گھر ہی پر چند سال طلبہ کو پڑھایا، کیوں کہ منظر اسلام تو بہت بعد میں ۱۹۰۴ء میں قائم ہوا، پھر کچھ عرصہ منظر اسلام میں بھی پڑھایا ہو، بعد میں گوناگوں علمی مصروفیات کی وجہ سے گھر پر صرف مخصوص طلبہ کو مخصوص علوم و فنون کا

درس دیتے رہے۔ منظر اسلام کے بانی امام احمد رضا تھے، مہتمم مولانا حامد رضا خاں اور منتظم امام احمد رضا کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خاں تھے۔ مولانا حامد رضا خاں مہتمم بھی تھے اور شیخ الحدیث بھی، آپ نے منظر اسلام کو خوب ترقی دی، چناں چہ مولانا سلامت اللہ نقشبندی مجددی (م۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء) نے مدرسہ منظر اسلام کا معائنہ فرمایا تو اپنی رپورٹ میں لکھا: جس کی نظیر اقلیم ہند میں نہیں۔

امام احمد رضا کے وصال کے ایک عرصہ بعد ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء میں جلسۂ تقسیم اسناد ہوا تو اس میں عمائدین ہند کے علاوہ درگاہ اجمیر کے دیوان سید آل رسول علی خاں اور علی پور سیداں کے مشہور و معروف شیخ وقت سید جماعت علی شاہ نقشبندی مجددی محدث علی پوری خصوصی مہمان کی حیثیت سے شریک ہوئے"(۴)

دار العلوم منظر اسلام کے نصاب تعلیم میں تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، صرف، نحو، بلاغت، ادب، منطق، حکمت، کلام، ریاضی، فرائض، مناظرہ وغیرہ شامل تھے۔ مجموعی طور پر پڑھائے جانے والے علوم و فنون کی تعداد ۳۰/ تھی جن کی موجودہ علوم کے لحاظ سے مزید تقسیم کی جاسکتی ہے۔

منظر اسلام سے اولین فراغت پانے والے طلبہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی بہاری (مصنف: حیاتِ اعلیٰ حضرت) اور مولانا رشید الدین عظیم آبادی تھے۔ اول الذکر منظر اسلام کے مدرس بھی ہوئے، آپ اپنے وقت میں علم فلکیات اور ہیئت و فلسفہ میں استاذ الاساتذہ تھے۔ منظر اسلام کے فضلاء نے بر صغیر میں اسلام کی ترویج و اشاعت خلوص وللّٰہیت کی بنیاد پر کی اور ہر نازک موڑ پر ملت اسلامیہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ دینی مدارس کا جال بچھایا، جہاں عظمت الٰہی و محبت رسالت پناہی کی تعلیم کو بنیادی حیثیت دی گئی۔ اس طرح بر صغیر میں روحِ ایمان سے عاری کرنے والی جماعتوں کی گرفت ڈھیلی پڑگئی۔

یہاں کے فضلاء کی فہرست بڑی طویل ہے، تاہم بعض مشاہیر علم و فن کے نام تحریر کر دیے جاتے ہیں:

مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، محدث اعظم مولانا سردار احمد فیصل آبادی، مولانا عبد الغفور ہزاروی، حافظ ملت علامہ عبد العزیز (بانی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور)، مولانا مفتی رفاقت حسین، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن، محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی، مفتی اعظم مولانا محمد مصطفی رضا خان، مفسر اعظم مولانا محمد ابراہیم رضا خان۔

اس دار العلوم کا نصاب امام احمد رضا خان نے خود ترتیب دیا، تعلیمی معیار کا اندازہ ان کتب تفسیر، احادیث و فقہ سے لگایا جا سکتا ہے جو منظر اسلام کی اس سند حدیث میں مذکور ہیں، جو امام احمد رضا خان کی حیات میں جاری ہوئی تھیں۔ ۲/ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء کو مولانا عبد الواحد رضوی ابن مولانا غازی الدین ساکن گڑھی کپورہ (پشاور، پاکستان) کے نام جو سند فراغت جاری ہوئی، اس پر مولانا حامد رضا خان نے بحیثیت مدیر اور مولانا رحم الٰہی اور مولانا ظہور الحسین فاروقی نقش بندی مجددی نے بطورِ مدرس دستخط فرمائے۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں صحاحِ ستہ کے علاوہ دیگر تمام مشہور کتب حدیث، مسانید، معاجم اور شروح کا ذکر ہے، جو دار العلوم میں پڑھائی جاتی تھیں، فقہ حنفی کے علاوہ دیگر ائمہ ثلاثہ کے مذاہب سے متعلق بھی کتب پڑھائی جاتی تھیں، مجموعی طور پر ۳۰/ علوم کا ذکر ہے جو اس دار العلوم میں پڑھائے جاتے تھے۔(۵)

بانی دار العلوم منظر اسلام کے تعلیمی افکار کا مطالعہ کرتے ہیں تو حیرت بڑھتی جاتی ہے، اربابِ علم کو آپ کے نوادراتِ علمیہ کی سمت متوجہ ہونا چاہیے، آپ کے تعلیمی افکار و نظریات کی بہت سی جہتیں ہیں، ہر جہت میں آپ ممتاز دکھائی دیتے ہیں۔ آپ نے تعلیم کے ہر ہر شعبے میں رہنمائی فرمائی، علم اور اس کے متعلقات کے آداب بتائے، استاذ کا احترام سکھایا، تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی زور دیا اور علم کے ساتھ عمل کی بھی تلقین کی۔ علم و علما کے فضائل بتائے، علم دین کے فروغ کو مقدم رکھا، تصورِ نصاب ایسا کہ شخصیت کی تعمیر ہو سکے اور

متعلم نیک و صالح طبیعت کا مالک بنے۔ عظیم اللہ جندران ایم۔اے اردو جامعہ پنجاب (لاہور) ایم۔ایڈ اسلامیہ یونی ورسٹی (بہاولپور) نے امام احمد رضا خان کے تصورِ نصاب کے حوالے سے درجِ ذیل نکات تحریر فرمائے ہیں:

(۱)۔ نصاب کی سب سے اہم خوبی یہ ہونی چاہیے کہ وہ نظریۂ حیات کے مطابق تیار کیا گیا ہو، اس میں کوئی بھی ایسی چیز شامل نہ ہو جو نظریۂ حیات سے متصادم ہو۔

(۲)۔ نصاب جامع ہو اور طلبہ کی نفسیاتی ضرورتوں کو پورا کرے۔

(۳)۔ بے سود وقت کو ضائع کرنے والی تعلیم کسی کام کی نہیں، نصاب معاشرتی ضرورتوں کا آئینہ دار ہو۔

(۴)۔ نصاب میں تربیتی عنصر بھی شامل ہو۔

(۵)۔ نصاب عصری تقاضوں کے مطابق ہو، لیکن دین متین کی بنیادوں پر استوار ہو۔

(۶)۔ آپ کے مطابق مروجہ سائنسی نظریات کو اسلامی نظریات کی روشنی میں پرکھ کر ہی نصاب کا حصہ بنانا چاہیے۔

(۷)۔ نصاب اطاعت وحبِ رسول ﷺ سے سرشار ہو۔

(۸)۔ نصاب عملاً قابل قبول ہو، کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مفید تعلیم دی جائے۔

(۹)۔ نصاب کی تیاری کے دوران مقصدیت بھی پیش نظر ہو اور وہ دین فہمی ہو۔

(۱۰)۔ ہر وہ علم و فن جو دین سے برگشتہ و غافل کرے، اس سے دین و ایمان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اسے شامل نصاب نہیں ہونا چاہیے۔(۲)

بانیٔ دارالعلوم منظر اسلام نے پاکیزہ تصور علم دیا، استاذ کے لیے درس کے شرائط کا اطلاق کیا، وہ ماہر علم و فن تھے، علوم عقلیہ میں یگانۂ روزگار اور یکتائے زمانہ تھے، انہوں نے دانشورانِ مغرب پر تنقید کی، نقلی دلائل کے ساتھ عقلی استدلال سے بھی کام لیا اور اسلامی فکر کو اجاگر کیا اور کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔ چند کتابوں کے نام ملاحظہ کریں:

(۱)۔ نزول آیات قرآن بسکون زمین و آسمان ۱۳۳۹ھ

(۲)۔ فوز مبین در ردِ حرکت زمین ۱۳۳۸ھ

(۳)۔ الکلمۃ الملہمۃ ۱۳۳۸ھ

(۴)۔ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید ۱۳۰۴ھ

(۵)۔ معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین ۱۳۳۸ھ

آپ نے ضابطۂ اخلاق اور تصورِ سزا پر بھی بحث فرمائی ہے، تعلیمی ادارے کے ماحول اور طلبہ کی اخلاقی تربیت کے ضمن میں بھی ضوابط دیے ہیں، یوں ہی تعلیم و تعلم کے نشیب و فراز سے بھی خوب آگاہ تھے۔ الغرض! کسی بھی دینی تعلیمی ادارے کے بانی کے لیے درکار جو خوبیاں اور خصائل و اوصاف ہونے چاہئیں وہ امام احمد رضا خاں بریلوی میں بروجہِ کمال موجود تھے۔

☆☆☆

حوالہ جات:

(۱)۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام، نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان، مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، ص ۵۶

(۲)۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام، ترک موالات (المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ) مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۲۳

(۳)۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، دارالعلوم منظر اسلام، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، ص ۱۰۔۱۱

(۴)۔ ایضاً، ص ۱۳۔۱۴ (ملخصاً)

(۵)۔ عظیم اللہ جندران، امام احمد رضا کا تصور نصاب، مشمولہ یادگار رضا ۲۰۰۴ء، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی، ص ۱۰۶ تا ۱۲۸

نوٹ: مزید تفصیل کے لیے مطالعہ فرمائیں:

(الف) سالنامہ معارف رضا کراچی ۲۰۰۱ء، صد سالہ جشن دارالعلوم منظر اسلام بریلی نمبر

(ب) فتاویٰ رضویہ (جدید) ج ۲۳، مطبوعہ پور بندر گجرات، از امام احمد رضا خان

(ج) Imam Ahmad Raza Khan Barailvy's Theories on Education از ترک ولی محمد قادری (ایم۔اے، ای۔ایڈ، ایل۔ایل۔بی) مطبوعہ کراچی۔

ترسیل: نوری مشن رضا لائبریری، مالیگاؤں۔

ممتاز شخصیات کے پیغامات کی روشنی میں تعارف اعلیٰ حضرت

(1986ء تا حال سالانہ مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس سے ممتاز شخصیات کے پیغامات سے اقتباسات)

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

پانچویں قسط

دوروزہ امام احمد رضا انٹرنیشنل سلور جوبلی کانفرنس/سیمینار1426ھ/2005ء:

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے قیام کے 25 سال مکمل ہونے پر2005ء میں ادارے کی جانب سے دوروزہ امام احمد رضا انٹرنیشنل سلور جوبلی کانفرنس وسیمینار کا کراچی میں انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس 9/ اپریل 2005ء/29صفر المظفر 1426ھ کو کراچی کے پنج لگژری ہوٹل (پراناحاجی کیمپ) میں منعقد کی گئی جس کی صدارت شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے کی اور وفاقی وزیر محنت وافرادی قوت جناب غلام سرور خاں و سابق گورنر سندھ جناب لیفٹننٹ جنرل(ر) معین الدین حیدر صاحبان مہمانانِ خصوصی تھے۔ اس موقع پر یادگاری لیکچر ملک کے ممتاز عربی ادب کے ماہر پنجاب یونیورسٹی کے سابق ڈین محترم المقام پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے پیش کیا۔ اس موقع پر کئی اسکالرز کو جنھوں نے Ph.D اورM.Phil کی اسناد امام احمد رضا پر تحقیقی مقالات لکھ کر حاصل کی تھیں ان کو گولڈ میڈل اور سلور میڈل بھی پیش کئے تھے اس کا مختصر حال ادارے کے صدر جناب وجاہت رسول قادری کے سپاس نامے سے پیش کررہا ہوں جو مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2005ء میں شائع بھی ہوا تھا۔ ملاحظہ کریں مختصر احوال:

"سال2005ء ہمارے لیے ایک نشانِ منزل کی حیثیت رکھتا ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں ہم نے پرنٹ میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا میں خاصی پیش رفت کی ہے۔ سب سے پہلے ہم نے 1987ء میں پاکستان ٹیلی وژن پر "اس ہفتہ میں" نامی ایک پروگرام میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ پر جناب حسن مثنیٰ ندوی صاحب کی معرفت 5/منٹ کا ایک پروگرام ٹیلی کاسٹ کروایا تھا، اس کے بعد 1988ء میں راقم خود ہندوستان گیا تھا، لکھنؤ ٹی وی کے ماہر کیمرہ مینوں سے اعلیٰ حضرت کے مزارات اور ان کے خانوادے سے متعلق تمام عمارات اور اعلیٰ حضرت کے والد ماجد وجدّ امجد کے مزارات کی ویڈیو فلم بنوائی، پھر اس کی اسکرپٹ تحریر کی۔ جولائی 1989ء میں حیات اعلیٰ حضرت پر پاکستان میں پہلی بار یہ پروگرام 15/منٹ کے دورانیہ کے ساتھ نشر ہوا۔ پھر اگست 1989ء میں سامعین کے اصرار پر دوبارہ نشر ہوا۔ اس کے علاوہ 2002ء پی۔ٹی۔وی میں اعلیٰ حضرت پر وگرام نشر کرانے کا اعزاز حاصل کیا۔ 2004ء میں اے۔آر۔وائی کیو ٹی وی چینل پر اعلیٰ حضرت کی حیات اور نعتیہ شاعری کے حوالہ سے پروگرام کی اسکرپٹ ہم نے تیار کی"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس،2005ء، ص7)

آگے چل کر عالمی سطح پر ادارے کی کاوشوں کا ذکر کرتے ہوئے محترم وجاہت رسول قادری صاحب نے فرمایا:

"گزشتہ 25/برسوں سے ادارہ یومِ رضا کے موقع پر ملک کے معروف اخبارات کے خصوصی ایڈیشن شائع کروانے میں اہم کردار ادا کررہا ہے۔ ملک کے معروف اسکالرز کے منتخب مقالات اخبارات میں اشاعت کے لیے بھیجتا ہے۔ ہمارے محبین کے ذریعہ بحمد اللہ یہ سلسلہ اب ہندوستان اور بنگلہ دیش تک پھیل گیا ہے۔ قاہرہ کے اخبارات میں گاہے بہ گاہے امام احمد رضا کے حوالے سے مضامین شائع ہورہے ہیں۔ ہمارے بعض احباب بغداد شریف، دمشق اور لبنان میں بھی اخبار و جرائد میں وقتاً فوقتاً امام احمد رضا اور ان کے دیگر

متوسلین علماء کے متعلق مضامین شائع کررہے ہیں۔ حال ہی میں (نومبر 2004ء) دارالکتب العلمیہ بیروت نے امام احمد رضا کی تصنیف "کفل الفقیہ الفاہم فی قرطاس الدار ہم" شائع کی ہے اور دمشق سے علامہ شامی کی 15/ ویں جلد سے امام موصوف کا حاشیہ "جد الممتار علی رد علی المختار" شامل اشاعت کرلیا گیا ہے۔ اس طرح سن 2005ء کو اگر امام احمد رضا کے عالمی تعارف کا سال قرار دیا جائے تو بالکل بجا ہوگا۔

ہماری 25ویں امام احمد رضا کانفرنس کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ہم اس عظیم تاریخی موقع پر امام احمد رضا کی فکر اور تعلیمات کے حوالے سے ان کی اور ان پر لکھی ہوئی 25 کتب کی اشاعت اردو، عربی اور انگریزی زبانوں میں کررہے ہیں۔

پہلی بار حسام الحرمین انگریزی زبان میں علماء کے حالات کے ساتھ شائع ہورہی ہے جس سے انگریزی داں اہلِ علم طبقہ کو اس کتاب اور اس کے مؤلف کی شخصیت کی عظمت کا اندازہ ہوسکے گا۔

ہماری یہ بھی کوشش تھی کہ 25 سال کی مناسبت کے حوالے سے دنیا بھر کی جامعات سے 25 علماء واسکالر کو بلوایا جائے لیکن حکومتِ پاکستان کی ویزا پالیسی نے ہماری یہ خواہش پوری نہ ہونے دی۔ ہم نے پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، مصر (جامعہ ازہر)، دمشق سے ان علماء و اسکالرز کو دعوت دی جنہوں نے اعلیٰ حضرت پر پی۔ ایچ۔ڈی، ایم۔ فل کیا ہو یا رضویات کے حوالہ سے کوئی قابلِ ذکر تحقیقی و تصنیفی خدمات انجام دی ہوں، یا اس کے نگران رہے ہوں۔ ممالک کے حساب سے ان کی تعداد درج ذیل ہے:

1۔ پاکستان سے (بیرون کراچی)	5
2۔ ہندوستان سے	14
3۔ بنگلہ دیش سے	2
4۔ مصر (جامعہ ازہر) سے	3
5۔ دمشق سے	1
کل تعداد	25"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2005ء، ص8)

امام احمد رضا سلور جوبلی 2005ء کی ایک اور اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہم اس موقع پر 9/ امام احمد رضا ریسرچ گولڈ میڈل، ایک سلور میڈل اور 21/ وثیقۂ اعتراف ان علماء واسکالرز حضرات کی خدمات کے اعتراف میں پیش کررہے ہیں جنہوں نے امام احمد رضا پر پی۔ ایچ۔ڈی، ایم۔فل کی سند حاصل کی ہے یا معرکۃ الآراء تحقیقی مقالہ تصنیف کیا ہے۔ ان محترم حضراتِ گرامی کی فہرست زیرِ نظر مجلّہ میں شامل ہے۔

یہ تھی ہمارے ۲۵ سالہ سفر کی ایک مختصر سی روداد جس کی تفصیل پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کے مرتب شدہ کتابوں یعنی "تذکرۃ اراکین ادارہ" اور "ادارہ کی 25 سالہ کارکردگی" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے جو سلور جوبلی کانفرنس کے موقع پر شائع کی گئی ہے۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2005ء، ص9)

دوروزہ سلور جوبلی کانفرنس کا دوسرا دن سیمینار کے لیے مختص تھا چنانچہ کراچی میں گلشنِ اقبال میں واقع نیپا آڈیٹوریم میں 30 صفر المظفر 1426ھ / 10/اپریل 2005ھ کو سیمینار صبح 10 بجے سے لے کر شام 4 بجے تک منعقد رہا جس میں ایک درجن سے زیادہ مقالہ نگاروں نے اپنے مقالات پیش کئے۔ ادارے نے اس موقع پر 376 صفحات پر مشتمل سالانہ "معارفِ رضا" بھی شائع کیا جس میں برصغیر پاک وہند کے 25 اسکالرز کے مقالات شائع کئے۔ اس سالنامے میں 25 اسکالرز کی تفصیل بھی ہے جنھوں نے امام احمد رضا پر مختلف جامعات سے Ph.D کی اور M.Phil کی اسناد حاصل کیں اور ساتھ ہی اس سالنامے میں امام احمد رضا کی لکھی ہوئی 1000 سے زیادہ کتب اور حواشی میں سے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب 578 جب کہ 168 حواشی کی تفصیل دی گئی ہے۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ امام احمد رضا پر 2005ء تک دنیا کی 33 مختلف جامعات پر امام احمد رضا پر تحقیق کا کام جاری ہے۔

امام احمد رضا سلور جوبلی کے موقع پر ادارے کے ایک انتہائی مخلص اور محب محترم المقام جناب محمد عبد القیوم طارق سلطان پوری (حسن ابدال) نے سالنامہ معارفِ رضا 2005ء کی اشاعت پر ایک طویل نظم رقم کی تھی جو سالنامے میں شائع بھی ہوئی اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

رضا کے معارف کا آئینہ دار
مجلّہ یہ پاکیزہ وخوشنما
ریاست نے بنیاد اس کی رکھی
وہ وردِ حسین قادری باغ کا
شفیع اسم اس پہ ہوں مہربان
مقام اس کو جنت میں بخشے خدا
رہا اس گلستان عرفان پر
ضیا بار اک شمس فہم وذکا
نظر اس پر مسعود ملّت کی ہے
جو ہیں افتخارِ جہاں رضا
وجاہت نے اس کا بڑھایا وقار
اس آئینے کو اور بخشی جلا
ہے اک اور بھی عبد رب مجید
وہ بھی مستحق داد کا ہے بجا
یہ ہے اعلیٰ حضرت کا فکری نقیب
بڑا کام لاریب اس نے کیا
مکمل ہوئے اس کو پچیس سال
زلطف خداوحبیب خدا
طباعت کی ہے اور تاریخ بھی
خوشا "مایہ ناز فیض رضا"
(2005ء)

دوروزہ امام احمد رضا سلور جوبلی کانفرنس 2005ء کے موقع پر مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس کے لیے 33 پیغامات موصول ہوئے تھے جس میں سرکاری شخصیات کے صرف 3 مگر 30 پیغامات ملک کے بیرونِ ملک کے ممتاز علمی شخصیات نے ارسال کئے جن میں 2پیغامات عرب دنیا کے معروف اسکالرز کے تھے جب کہ افغانستان سے بھی ایک پیغام بزبان فارسی موصول ہوا جو مہتمم جامعۃ عبد اللہ ابن مسعود جلال آباد سے تھا تفصیل کے لیے یہ مجلّہ دیکھا جاسکتا ہے۔ عرب سے بھیجے جانے والے پیغامات کی تفصیل ملاحظہ کیجئے:

(1)۔ الشیخ رفیق بن محمد حجازی حنفی البانی، جامعۃ الازھر، (عربی)
(2)۔ الدکتور حازم محمد احمد، جامعۃ الازھر قاہرہ، مصر، (عربی)
(3)۔ محمد ذاکر اللہ الکوزی، مہتمم جامعۃ عبد اللہ ابن مسعود جلال آباد، (فارسی)

ان تمام پیغامات کو یہاں نقل نہیں کیا جاسکتا مگر چند پیغامات ضرور یہاں نقل کروں گا جو بہت اہم ہیں ان میں سب سے پہلے پنجاب یونیورسٹی کے سابق ڈین اور پرنسپل اورینٹیل کالج، پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کا پیغام بعنوان "حقیقت چھپ نہیں سکتی" ملاحظہ کیجئے:

"عندلیب دربارِ نبوی اعلیٰ صاحبہ الف الف التحیۃ والصلوٰہ والسلام امامِ زمان، حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نکھرتی سنورتی اور چمکتی جارہی ہے، ہر آنے والا سورج اس آفتابِ علم وفضل کی نئی سے نئی کرنیں دیکھنے کی سعادت سے بہرہ ور ہورہا ہے، جیسے جیسے ان کے عظیم ومنفرد علمی کارنامے دنیا دریافت کررہی ہے اسی رفتار اور اسی مقدار سے ان کی شخصیت بھی نمایاں ہوکر دنیا کے سامنے آرہی ہے۔ ایک وقت تھا جب برصغیر پاک وہند کے اہلِ علم سے بھی یہ علمی کارنامے پوشیدہ تھے مگر اب تو عالم عرب وعجم کیا مشرق ومغرب کی دانشگاہیں، جامعات اور اسکالرز بھی ان کے علمی مقام سے آگاہ

و معترف ہیں، عالم اسلام کی قدیم دانشگاہ اور قبلۂ علم و فضل الازھر یونیورسٹی مصر جیسی مؤخر و محترم جامعات میں بھی ان کے علمی وادبی کارنامے بحث و تحقیق کا موضوع ہیں، ایم اے اور ڈاکٹریٹ کی سطح کے مقالات لکھے جارہے ہیں، مصر وعراق اور شام کے اہلِ علم ان کے علمی کارناموں پر کتابیں لکھ رہے ہیں اس کے علاوہ انگریزی زبان میں بھی ان کی شخصیت اور علمی کارناموں سے دنیا متعارف ہو چکی ہے اور یہ سلسلہ مزید آگے بڑھتا نظر آتا ہے۔

چشم فلک ایک مدت سے حیرت سے یہ دیکھتی رہی ہے کہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شخصی اور علمی مقام سے دور کی دنیا کی تو بات ہی الگ ہے خود اپنے بھی ان سے آگاہی سے محروم رہے اور یوں ایک بے مثال عالم وفاضل کی حق تلفی ہوتی رہی، مخالف تو ان کی شخصیت اور علمی مرتبے کا اعتراف کیا کرتے اپنے بھی اپنی جہالت اور نالائقی کے باعث اس سے غافل و بے خبر رہے، ابھی تک تو صرف ان کے فقہی واجتہادی مقام اور عربی زبان کے شاعر، ادیب اور عالم کی حیثیت سے عرب و عجم آگاہ ہو سکے ہیں دیگر علوم و فنون میں ان کی مہارت اور کمال کو اُجاگر کرنا ابھی باقی ہے، ان کی عربی شاعری اور ادب پر حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری اور ان کے صاحبزادے مولانا ممتاز احمد سدیدی الازھری صاحبان کے علاوہ مصر عراق کی جامعات اور علمی اداروں میں بھی کام ہوا ہے مگر فارسی اور اردو میں ان کے شعری کمالات سے عرب دنیا واقف نہیں راقم کی نگرانی میں شاگرد عزیز شاہد نورانی نے اعلیٰ حضرت کی صرف عربی شاعری پر جو ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھ کر پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ڈگری حاصل کی ہے اس کی ضخامت ڈیڑھ ہزار صفحہ ہے!! ضرورت ہے کہ ایسے علمی کام شائع ہو کر دنیا کے سامنے لائے جائیں، بحیثیت فقیہ و مجتہد اور دیگر علوم وفنون میں ان کے علمی کارناموں پر الگ الگ سے تحقیق ابھی باقی ہے لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ جس دن ان کی محنت اور عشق مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت سے عرب و عجم واقف ہوگی وہ دن عشاق و محبان مصطفیٰ ﷺ کے لیے یوم عید ہوگا اور دنیا حضرت مولانا امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل مقام و مرتبہ سے آگاہ ہوگی!

بہر حال وہ وقت اب گزر گیا جب ان کے نام سے رزق کمانے والے بھی ان کے مقام سے غافل تھے مخالفوں نے تو ان کی شخصیت کو بدنام کرنا اور ان کے مقام پر پردہ ڈالنا ہی تھا مگر حقیقت کو کب تک چھپایا جاسکتا ہے، اس نے تو ایک نہ ایک دن دنیا کے سامنے آنا ہی ہوتا ہے خدا کا شکر ہے کہ اسلامی دنیا اب نیم خواندہ متعصب فتویٰ بازوں کے ہاتھ سے نکل کر علم ومعرفت کی روشنی میں آرہی ہے، تعصب کے پردے پھٹ رہے ہیں اور حقیقت سے ناآشنا اور منکرین سب اعترافِ حقیقت پر مجبور ہو رہے ہیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عالمِ اسلام کی ایک نہایت پروقار شخصیت کی حیثیت سے دنیا میں متعارف ہو چکے ہیں، کیا خوب کہا حضرت لسان العصر اکبر آبادی نے:

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر؟"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2005ء، ص18)

اس کے بعد جامعہ کراچی شعبہ اردو کے پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل کا پیغام ملاحظہ کریں جو ہمارے ملک کے معروف ادیب اور نقاد ہیں ان کے پیغام میں سے ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

"مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی کی ہمہ جہت شخصیت اپنے خیالات وافکار کی وسعت، اپنی علمی و فقہی خدمات کی اثر آفرینی اور اپنی علمی فضیلت کے باعث علمائے برعظیم میں، اپنے دور میں، ایک امتیاز وانفرادیت کے حامل رہی ہے۔ ان

کی فکر اور ان کی علمی خدمات نے اپنے عہد اور اپنے بعد کی دونسلوں کو اس طرح متاثر کیا ہے کہ ہمارا معاشرہ، ہماری سیاست اور ہماری مذہبی و علمی تاریخ، سب ہی نے ان سے بے پناہ اثرات قبول کیے ہیں۔ ان اثرات کی اثر آفرینی اور ان کی توسیع اور ان کے فروغ میں آج جس طرح "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا خاں" مستعد و سرگرم ہے۔ یہ اس کا فیض ہے کہ مولانا احمد رضا کی فکر اور تحریکِ برعظیم کو سیراب کرتی ہوئی اب اپنے عالمی مستقر کی طرف رواں دواں ہے اور ہر جگہ اپنے اثرات سے ایک عالم کو اپنی جانب متوجہ کررہی ہے۔"

اب ملاحظہ کریں بھارت کے ممتاز ریسرچ ایسوی ایٹ اینڈ جرنلسٹ محترم جناب رضا الرحمٰن عاکف سنبھلی (علیگ) کے بھیجے گئے پیغام سے اقتباس:

"اطلاعات کے مطابق "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا" اپنے قیام کے 25 برس مکمل ہونے پر سلور جوبلی تقریبات (جشنِ سیمین) منارہی ہے اس موقع پر ادارے کی جانب سے منعقد ہونے والے پروگراموں کی تفصیل نہایت ہی خوش آئند اور قابلِ فخر وستائش ہے جس کے تحت برصغیر کی ایک نہایت ہی اور اپنے علمی کارناموں کی بناء پر نہایت قد آور شخصیت جس نے نہ صرف اسلام کی تبلیغ واشاعت بھی کی بلکہ اپنے عہد کے فتنوں کا زبردست تعاقب کیا، مضبوط دلائل اور عظیم جرأت کے ساتھ مخالفین کا ناطقہ حیات بند کردیا۔ یقیناً یہ شخصیت ایسی عظیم ہے جس کے نام سے نہ صرف برصغیر بلکہ عالم کے کونے کونے میں ادارے قائم کئے جائیں اور اسلام کے اس عظیم مدبر اور لاثانی محقق اور فخر انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے سچے عاشق، مدّاح کے عدیم المثال کارناموں کو منظرِ عام پر لایا جائے۔ جو آج بھی اسلامی دنیا کا زبردست اور عدیم المثال مذہبی و علمی سرمایہ ہیں۔

عصر حاضر میں الحاد وگمراہی جس تیزی اور افسوس ناک طریقے پر عالم انسانیت کو تباہ وبرباد کئے ڈال رہی ہیں اس کے لیے ضرور کہ مذہبی حق اور دین متین کی صحیح تعلیمات کو عام کیا جائے اور اسلام کے سچے علمبردار اور رحمۃ اللعالمین کے سچے عاشق صادق، دین حنیف کے مبلغ اور بدعات و خرافات کے حقیقی دشمن کے ذریعے کئے گئے کارناموں کی روشنی میں اسلام مخالف نظریات کا سدّباب کیا جائے۔ جس سے مذہبی پلیٹ فارم بلکہ فلسفہ وسائنس اور عقلیت ودلائل سے دینِ حق کا صحیح دفاع کیا اور علم جدید کے جھوٹے دینوں کی قلعی پوری طرح کھول دی ہے۔

لائق مبارکباد ہیں اور قابلِ ستائش بھی "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی، پاکستان" کے کارکنان جنھوں نے اس طرف توجہ دی اور حامی سنّت، ماحی بدعت، عامل کامل، فخر الاماثل، تاجدارِ اہلِ سنّت، پیکر عزم و ریاضت، محو رصبر وعزیمت، منبع علم وفن، حضرت علامہ امام احمد رضا قدس سرّہٗ العزیز وعلیہ الرحمۃ کی تعلیمات وخدمات کو عام کرنے کا بیڑہ اٹھارکھا ہے۔ اور اپنے اس عظیم مقصد میں اس وقت وہ "امام احمد رضا" کی نسبت سے عظیم الشان جشن سیمیں منعقد کرنے کا اعزاز حاصل کررہے ہیں۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2005ء، ص29)

حضرت علامہ مولانا پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مجلسِ رضا لاہور کے بانیان میں سے ایک عظیم ریسرچ اسکالر تھے جنھوں نے خود امام احمد رضا پر بہت زیادہ تحقیقی مقالات لکھے اور شائع کئے ہیں انہوں نے ہماری کانفرنس میں شرکت بھی فرمائی اور ایک اہم پیغام ارسال کیا تھا جس میں انہوں نے ادارے کی کاوشوں کو خوب سراہا آپ رقمطراز ہیں:

"مجھے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا" کراچی سے اس وقت سے تعلق رہا جب سیّد ریاست علی قادری مرحوم نے آج سے پچیس سال قبل علامہ شمس بریلوی، ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب

مظہری اور آپ (سید وجاہت رسول صاحب قادری) کی رفاقت میں ادارہ کی بنیاد رکھی تھی۔ ان دنوں "مرکزی مجلس رضا" لاہور حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم کی نگرانی میں اعلیٰ حضرت کے علمی اور فقہی افکار کو پھیلانے میں مصروف تھی۔ سید ریاست علی قادری "مرکزی مجلس رضا" کے کام سے بے حد متاثر ہوئے۔ وہ حکیم صاحب کی خدمات کو سراہتے تھے اور "مرکزی مجلس رضا" کے ذریعے عام لوگوں کو اعلیٰ حضرت سے متعارف کرانا انہیں بڑا پسند تھا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ "مرکزی مجلس رضا" کی طرز پر ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو پاکستان کے اعلیٰ طبقہ تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ انہوں نے کراچی سے جب کام کا آغاز کیا تو ان کے سامنے پاکستان کے اعلیٰ سرکاری افسران، جامعات کے اعلیٰ اساتذہ علمائے کرام کا مقتدر طبقہ تھا۔ انہوں نے "یومِ رضا" کے انعقاد کا آغاز بڑی آن بان سے کیا۔ اور پاکستان کے اعلیٰ طبقہ کے افراد کو دعوت دی۔ ان کے دعوت سے ایک دانشور طبقہ اعلیٰ حضرت کی تعلیمات سے متعارف ہونے لگا۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے فاضل بریلوی کے علوم کو مختلف جہتوں سے متعارف کرایا۔ اپنے مجلّہ "معارفِ رضا" میں ان علوم کو شائع کرنا شروع کیا۔ اس مجلّہ میں بلند پایہ مقالات چھپنے لگے، ملک کے اہل علم و فضل کے پیغامات آنے لگے اور ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے جلسوں میں پڑھے جانے والے مقالات جب "معارفِ رضا" کے صفحات میں چھپتے تو دنیائے رضویت کے ساتھ ساتھ دوسرے مکاتب فکر کے ارباب علم و دانش کا بھی اعلیٰ حضرت کے علوم سے متعارف ہونے لگا۔ "معارفِ رضا" ایک معیاری سالنامہ تھا۔ (اب ماہانہ بھی ہوگیا ہے) جس کے صفحات علمی اور فکری معارف لے کر پاک وہند میں پہنچتے ہیں۔ بانی ادارہ سید ریاست علی قادری مرحوم کی وفات کے بعد حضرت سید وجاہت رسول قادری اور پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے اپنے رفقاء کے ساتھ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اس کے معیار کو بلندیوں تک پہنچایا۔ دوسری طرف "معارفِ رضا" میں چھپنے والے مقالات نے خیابانِ رضا کو گلہائے رنگا رنگ سے سنوار دیا۔ اس ادارے نے کراچی، اسلام آباد، اور لاہور میں اپنے شاندار اجلاس منعقد کر کے اعلیٰ حضرت کے پیغام کو اعلیٰ طبقوں تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ سالانہ جلسے ہوتے تو ملک کے جامعات کے وائس چانسلرز تقاریر کرتے۔ ملک کے وزراء اور گورنر اپنے پیغامات لکھواتے۔ اللہ اور رسول سے محبت رکھنے والے سیاسی راہنما اظہارِ خیال کرتے۔ عالمِ اسلام کے سکالرز آتے اور اپنے مقالات پڑھتے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے فاضل بریلوی کے نظریات کو اعلیٰ طبقہ میں پہنچایا۔

اس ادارے کو اس کے صدر اور سیکریٹری کے علاوہ علاّمہ شمس بریلوی مرحوم اور ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مظہری جیسے بلند پایہ اہلِ قلم وفکر کا تعاون حاصل رہا۔ ان حضرات نے فکر رضا کو نہایت باوقار انداز سے پیش کیا اور ادارے نے "معارفِ رضا" کے صفحات پر شائع کر کے دور دور تک پھیلایا۔ آج یہ ادارہ رضویات کے حوالے سے برصغیر پاک وہند میں ہی نہیں پورے عالم اسلام میں ایک منفرد ادارہ ہے۔ ہم ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی شاندار خدمات کو ہدیہ تحسین پیش کرتے ہیں اور اس کے اراکین کی شب و روز محنت کو نذرانہ تبریک پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے تا قیامت قائم و دائم رکھے اور اس کے اراکین کو اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2005ء، ص31)

آخر میں بنگلہ دیش کے رضا اسلامک اکیڈمی چاٹگام کے صدر محترم المقام حضرت علامہ مولانا محمد بدیع العالم رضوی کا پیغام ملاحظہ کیجئے جس میں آپ کو بنگلہ دیش میں امام احمد رضا پر کام کی رفتار کا بھی جائزہ لینے کا موقع ملا، ملاحظہ کریں آپ کا پیغام:

"میرے لیے یہ امر موجب سعادت اور باعث مسرت ہے کہ آپ نے امام احمد رضا سلور جوبلی انٹرنیشنل کانفرنس 2005ء کے حوالے فقیر سے پیغام طلب فرمایا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا پورے عالمِ اسلام میں مذہب حقہ اہلِ سنّت والجماعت خصوصاً مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلیمات خام کرنے کے لیے مرکزی کردار ادا کررہا ہے۔ مجھے 2000ء کو ملتان انٹرنیشنل سنی کانفرنس میں حاضری کے موقع پر کراچی میں ادارے کے دفتر معائنہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی واقعی ادارے کی جملہ تالیفات وتصنیفات گرانقدر خدمات ایک تاریخ ساز ادارے کی حیثیت سے بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہمارے عظیم محسن ہیں۔ جنہوں نے کنزالایمان کے نام سے قرآن مجید کا اردو ترجمہ کرکے برصغیر کے مسلمانوں کو تعلیمات الٰہی سے روشناس کروایا۔ محترم الحاج مولاناعبدالمنان صاحب زید علمہ وحیاتہٗ نے کنزالایمان کے بنگلہ زبان میں ترجمہ کرکے بنگالی مسلمانوں پر احسانِ عظیم فرمایا۔

فی الحال بنگلہ دیش میں امام احمد رضا کی حیات وخدمات پر بنگلہ زبان میں مضامین ومقالات کی علاوہ بھی قابل ذکر تعداد میں کتب شائع ہورہی ہیں۔ یہ امر باعث مسرت ہے کہ اب ہمارے وطن عزیز ملک بنگلہ دیش میں چند ادارے رضویات پر کام کررہے ہے۔ مثلارضا اسلامک اکیڈمی چاٹگام۔ اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن بنگلہ دیش، امام احمد رضا ریسرچ اکیڈمی چاٹگام، اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر چاٹگام۔ اعلیٰ حضرت اکیڈمی ڈھاکہ وغیرہ۔

صدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے دورہ بنگلہ دیش کے بعد یہ اہم پیش رفت ہوئی کہ اسلامک یونیورسٹی کشتیا(بنگلہ دیش) کے شعبہ قرآن وحدیث وتفسیر کے نصاب میں محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالودود صاحب زید مجدہٗ کی کاوشوں سے ریفرنس بک کی حیثیت سے کنزالایمان ودیگر عقائد اہلِ سنّت کی کتابیں شامل کرلی گئیں۔

بنگلہ دیش کے ڈھاکہ، کشتیا، چاٹگام یونیورسٹیوں کے علاوہ مختلف دینی مدارس اور اداروں میں بھی امام احمد رضا پر کام ہورہا ہے۔ مثلاً۔ جامعہ احمد یہ سنیہ عالیہ، شہر چاٹگام، ڈھاکہ قادریہ طیبیہ عالیہ، محمد پور، ڈھاکہ، مدرسہ طیبہ اسلامیہ سنیہ، حوالی شہر چاٹگام وغیرہ۔

محدث بریلوی کے عبقری شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کرانے کے لیے سلور جوبلی انٹرنیشنل کانفرنس 2005ء اور معارف رضا کا ضخیم سالنامہ مجلّہ کی اشاعت انتہائی مستحسن اقدام ہے۔ مولیٰ کریم سے دعا ہے کہ ادارۂ تحقیقات سے منسلک تمام حضرات کرام کو ان کے نیک مقاصد میں کامیابی سے ہمکنار فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین، صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس،2005ء، ص38)

قارئین کرام اس کانفرنس کے انعقاد سے چند ماہ پہلے یعنی پہلی ذوالحجہ کو ادارے کے ایک بانی رکن اور ادارے کے نائب صدر محترم جناب الحاج شفیع محمد قادری حامدی کا انتقال ہوگیا تھا اس موقع پر کئی تعزیتی پیغام موصول ہوئے مگر سب سے اہم تعزیتی پیغام بریلی سے بریلی کے سجادہ نشین محترم المقام مفتی محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں کا تھا اس پیغام کو یہاں حضرت شفیع بھائی سے محبت کی خاطر نقل کررہا ہوں۔ حضرت شفیع محمد قادری راقم کے شیخ مجاز بھی تھے اور راقم ان ہی کے اجازت وخلافت پر سلسلہ عایہ قادریہ رضویہ حامدیہ کو فروغ دے رہاہے:

"آہ الحاج محمد شفیع قادری حامدی

فقیر کو شیدائے اعلیٰ حضرت، فدائے سنیت الحاج محمد شفیع صاحب حامدی (کراچی) کے انتقال پر ملال کی خبر بہت

تاخیر سے ملی۔ معلوم ہوا کہ وہ یکم ذی الحجہ 1425ھ کو داعی اجل کو لبیک کہہ گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اپنے جد امجد سید ناحجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے چہیتے مرید محترم الحاج شفیع محمد قادری صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر سے فقیر کو دلی صدمہ ہوا۔ مرحوم بہت ہی متقی، پرہیز گار، مسائل شرعیہ کے واقف کار اور اعلیٰ حضرت وحجۃ الاسلام کی حیات اور کارناموں کے متعدد زریں پہلوؤں پر اہم معلومات رکھتے تھے۔ آپ نے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی (پاکستان) کے فروغ کے لیے خود کو وقف کرر کھا تھا۔ آپ حضرت مفتی تقدس علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ اور میرے والد گرامی قدر حضرت ریحان ملّت علامہ مولانا ریحان رضا خاں صاحب قبلہ رحمانی میاں قدس سرہٗ کے از حد نیاز مند غرضیکہ خانوادۂ رضویہ کے ہر فرد کے عقیدت کیش تھے۔

مولائے قدیر مرحوم کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم!

فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی غفرلہ''

(مجلّہ امام احمد رضا انٹر نیشنل کانفرنس، 2005ء، ص47)

مجلّہ امام احمد رضا انٹر نیشنل کانفرنس 2006ء:

الحمدللہ! 2005ء کی کامیاب دوروزہ انٹر نیشنل سلور جوبلی امام احمد رضا کانفرنس کے بعد 2006ء کی سالانہ کانفرنس بھی انٹر نیشنل کانفرنس منعقد کی گئی یہ 26ویں کانفرنس 24 صفر المظفر 1427ھ / 25 مارچ 2006ء کو، کوہِ نور ھال ہوٹل ریجنٹ پلازہ کراچی میں منعقد کی گئی تھی جس کی صدارت جامعہ کراچی کے پروائس چانسلر جناب پروفیسر ڈاکٹر اخلاق احمد نے فرمائی جب کہ مہمانِ خصوصی کے طور پر فضیلۃ الشیخ السید الیوسف ہاشم الرفاعی الہاشمی مدعو تھے جبکہ بیرونِ ملک کے مقالہ نگاروں میں ہاشم مندرجہ ذیل اسکالر شریکِ کانفرنس تھے:

(1)۔ العلامہ الاستاذ احمد سامری القبانی، (ملک شام)

(2)۔ فضیلۃ الشیخ الدکتور عبد القادر نصر، (استاذ کلیۃ القرآن الازھر یونیورسٹی، مصر)

(3)۔ فضیلۃ الشیخ حسام الدین القادری (فاضل جامعہ دمشق، شام)

(4)۔ العلامہ منور عتیق رضوی فاضل شام مقیم انگلینڈ

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے اپنی سلور جوبلی کانفرنس کے موقع پر 25 کتب کی اشاعت کی تھی جو ادارے کے لیے ایک ریکارڈ ہے اور 26ویں کانفرنس کے موقع پر بھی الحمد للہ 10 کتب کی اشاعت کی گئی۔ ان اہم کتب میں ایک اہم رسالہ بزبان عربی مولانا محمد اسلم رضا صاحب کا تھا انہوں نے ''حیاۃ الامام احمد رضا خان الماتر یدی الحنفی القادری البریلوی'' کے نام سے عربی میں لکھا تھا۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر امام الدین جوہر میاں شفیع آبادی کا Ph.D کا مقالہ حضرت رضا بریلوی بحیثیت شاعر نعت اور مولانا محمود حسین بریلوی کا M.Phil/ مقالہ بعنوان ''مولانا احمد رضا کی عربی زبان و ادبی خدمات'' بھی شائع کیا گیا تھا۔

اس سال مجلّہ 2006ء کے لیے موصول ہونے والے پیغامات میں مندرجہ ذیل افراد نے پیغامات ارسال کئے تھے چند نام ملاحظہ کریں:

(1)۔ جناب محمد اعجاز الحق، وفاقی وزیر مذہبی امور۔

(2)۔ جناب ڈاکٹر عامر لیاقت حسین، وفاقی وزیر مملکت مذہبی امور۔

(3)۔ پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم صدیقی، شیخ الجامعہ کراچی۔

(4)۔ پروفیسر ڈاکٹر اخلاق احمد، پروائس چانسلر جامعہ کراچی۔

(5)۔ پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین رئیس کلیہ فنون جامعہ، کراچی۔

(6)۔ پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین نوری رئیس کلیہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی۔

(7)۔ پروفیسر محمد رئیس علوی، رجسٹرار جامعہ کراچی۔

(8)۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد احمد قادری چیئر مین شعبہ سیاسیات جامعہ کراچی۔

(9)۔ جناب مجید نظامی، مدیر روزنامہ نوائے وقت۔
(10)۔ جناب تبریز ضیاءالاسلام زبیری کالم نگار روزنامہ قومی اخبار۔
(11)۔ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ڈریکٹر داتا گنج بخش چیئر
(12)۔ علامہ عبدالمبین نعمانی مصباحی دارالعلوم چریا کوٹ، انڈیا۔
(13)۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔
(14)۔ علامہ مفتی ولی محمد رضوی باسنی ناگور انڈیا۔

ان تمام شخصیات کے تمام پیغامات یہاں نقل نہیں کئے جاسکتے مگر ان پیغاموں میں سے کچھ اقتباسات ضرور نقل کئے جاسکتے ہیں ان میں سے چند ملاحظہ ہوں:

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر دورِ حاضر کی ایک انتہائی مستند ادبی شخصیت ہے خاص کر عربی ادب میں آپ کی بہت زیادہ خدمات ہیں۔ آپ نے چند سال قبل پہلے امام احمد رضا کی عربی شاعری کے عنوان پر ریسرچ اسکالر پنجاب یونیورسٹی جناب شاہد علی نورانی کو Ph.D کروایا تھا اس کے علاوہ بھی آپ نے کئی ریسرچ اسکالرز کو Ph.D کے مقالات میں معاونت فرمائی ہے آپ نے 2006ء کی کانفرنس کے موقع پر ایک مختصر مگر جامع پیغام ارسال کیا تھا جس کا ایک پیراگراف ملاحظہ ہو:

حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہے ہی ایسی کہ انہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے اور ان کے فیض عالم سے خلق خدا کو مستفید ہونے کا موقع فراہم کیا جائے آنے والا ہر لمحہ اپنے ساتھ مسائل کا ایک انبار لیکر آتا ہے اور فیض رضا میں ان سب کے لیے حل دستیاب ہوتے ہیں۔ ان کے علمی ورثے سے ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی نئی دریافت اور نئی جہت سامنے آتی ہے۔ یہ سب باتیں ہم سے تقاضا کرتی ہیں کہ ان کے علمی ورثے کے تحفظ کے ساتھ اس کی اشاعت عامہ کو معمول بنایا جائے اور ان کے فیض سے خلقِ خدا کو فہم اسلام میں مدد ملتی رہے۔ یہ امت کی اہم ذمہ داری ہے جسے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا بخوبی تمام پورا کرنے میں مصروفِ عمل ہے۔ اس طرح اس عظیم علمی ورثے کا فیض بھی جاری رہے گا اور ادارہ بھی امت سے خراجِ تحسین کا مستحق رہے گا۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2006ء، ص30)

انڈیا کے شہر ناگور کے معروف عالمِ دین مفتی جناب ولی محمد رضوی نے راجستھان سے ایک پیغام ارسال کیا جس میں انہوں نے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے اپنے تاثرات پیغام کی شکل میں بھیجے اس کا اہم اقتباس ملاحظہ کریں:

"کراچی پاکستان میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی طرف سے چند سال ہوئے بڑے شہروں میں امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد ہوتا ہے جسے ملک وملت کے سپوت، پیکر خلوص ومحبت، صاحب فضیلت، عالی مرتبت، حضرت علامہ سید وجاہت رسول صاحب قبلہ اور ماہر رضویات فخر لوح وقلم عاشق رسول محترم ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مظہری قبلہ وغیرہ قابل قدر ہستیاں آن، بان، شان سے منعقد کرتے ہیں۔ جس کی رپورٹیں برابر ماہنامہ معارفِ رضا پاکستان وغیرہ سے باصرہ نواز ہیں یہ کانفرنس ایک نرالی وانوکھی ہوتی ہے جس میں مدعو حضرات علم ودین ودنیا کے علم وفضل کے اپنے وقت کے چمکتے چراغ ہوتے ہیں وقت کے فقیہ بھی اپنے زمانہ کے مدرس بھی عصر حاضر کے محقق ومدّبر بھی اور ان کے شانہ بشانہ وکلاء وزراء وحکماء وغیر ہم حضرات بھی زینتِ کانفرنس ہوتے ہیں غرض یہ کہ یہ کانفرنس اپنی نوعیت کی مثالی کانفرنس ہے جس سے بڑے ٹھوس نتائج برآمد ہورہے ہیں اور اہلِ سنّت کے کارنامے بڑے مثبت انداز میں پیش کئے جارہے ہیں۔ اس سے جو اہلِ سنّت سے کچھ کھنچے کھنچے رہتے تھے اب قریب تر ہورہے ہیں۔ اور امام احمد رضا وغیرہ فقہاء ومحدثین کرام نے جو اسلام وسنّت کے لیے زریں کارنامے انجام دیے ہیں وہ باقاعدہ ومنظّم طریقہ سے جدید اسلوب پرزیور تصانیف

وتالیف سے آراستہ کئے جارہے ہیں اور عشق نبی کریم علیہ التحیۃ والثناء کی شمع ہر جانب روشن کرنے کی سعی جمیل کی جاتی ہے اور یقین جانیں کہ یہ شمع رسول ﷺ کے پروانوں دیوانوں کی بزم ہے اور روحانیت کا سیل رواں ہے جو بھی جس طرف قدم بڑھائے گا کامیابی وکامرانی آگے بڑھکر اس کا استقبال کرے گی فتح ونصرت ان کی ہم دم وہمراہ ہوگی اے خدائے بزرگ وبرتر جب تک آفتاب وماہتاب کی چمک دمک قائم رہے یہ ادارہ قائم رہے"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس،2006ء، ص34)

مجلّہ امام احمد رضا انٹر نیشنل کانفرنس 2007ء:

اس سال کانفرنس پاکستان آرٹس کونسل کراچی میں 27صفر المظفر 1428ء مطابق 17مارچ2007ء منعقد ہوئی جس کی صدارت کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی نے کی جب کہ مہمانِ خصوصی چیئرمین اردو ڈکشنری بورڈ، جناب پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب تھے۔ اس سال ادارے کی جانب سے ماشاء اللہ 12کتب کی اشاعت ہوئی جن میں 3(تین) Ph.D کے مقالات تھے۔

(1)۔ امام احمد رضا کی انشاء پردازی کی خصوصیات از ڈاکٹر غلام غوث قادری۔

(2)۔ اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی از ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی۔

(3)۔ پروفیسر ڈاکٹر عبد الباری صدیقی کا Ph.D کا مقالہ بزبان سندھی بعنوان امام احمد رضا بریلوی کے حالات وافکار کے عنوان پر شائع ہوا۔

اس کے علاوہ اس سال جامعہ اردو سمیت کراچی کی کئی جامعات اور پبلک لائبریری کے لیے ادارے کی تمام مطبوعات کا سیٹ بھجوایا گیا۔ اردو یونیورسٹی میں باقاعدہ ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں اس وقت کے وائس چانسلر کو کتابوں کا تحفہ عطیہ کیا گیا۔ اس سال دو M.Phil کی اسناد ریسرچ اسکالرز پاکستان کی انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ دونوں اسکالرز نے امام احمد رضا کے حوالے سے M.Phil کے مقالات لکھے تھے۔

اس سال مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس کے لیے مندرجہ ذیل حضرات نے اپنے پیغامات بھیجے تھے:

(1)۔ محمد میاں سومرو، چیئرمین سینٹ آف پاکستان۔

(2)۔ پروفیسر ڈاکٹر سید کمال الدین، وائس چانسلر جامعہ اُردو۔

(3)۔ پروفیسر ڈاکٹر ایم اقبال قریشی، وائس چانسلر، ہمدرد یونیورسٹی۔

(4)۔ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد وائس چانسلر، ایگری کلچر یونیورسٹی، فیصل آباد، پنجاب۔

(5)۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید شاہد ادارہ تعلیم وتحقیق، جامعہ پنجاب، لاہور۔

(6)۔ پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ ہمدرد، دہلی، انڈیا۔

(7)۔ پروفیسر ڈاکٹر رفعت جمال، صدر شعبہ اردو، بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا۔

(8)۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد انور خاں، چیئرمین شعبہ تقابل ادیان واسلامک کلچر، جامعہ سندھ۔

(9)۔ محمد رحمت اللہ صدیقی، مدیر اعلیٰ "پیغامِ رضا" بمبئی، انڈیا۔

(10)۔ ڈاکٹر خواجہ اکرم، جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، انڈیا

ان تمام پیغامات میں سے راقم نے چند کا انتخاب کیا ہے اس میں سب سے پہلے جامعہ ہمدرد، دہلی کے صدر شعبہ علومِ اسلامیہ پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کا پیغام ملاحظہ کریں:

"امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی چودھویں صدی ہجری کے ان نابغہ روزگار ہستیوں میں شمار کئے جاتے ہیں جنھیں خلاق کائنات کی جانب سے علوم ظاہری وباطنی کا وافر حصہ ملا تھا، عشق رسالت مآب ﷺ کے پیکر میں ڈھل کر ملت اسلامیہ کے مفاد میں جو انہوں نے علمی کارنامے انجام دیئے وہ لائق ستائش بھی ہیں اور قابل تقلید بھی۔ عشق

رسالت سے سرشاری کا اعتراف اپنوں اور بیگانوں سب نے یکساں طور پر کیا ہے۔ انہوں نے عشق رسول ہی کی روشنی میں اپنے خیالات سے قرطاس و قلم کو زینت بخشی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا قلم کہیں لغزش کا شکار نہ ہوا۔ جن معاندین نے ان کے ترجمۂ قرآن اور حدائق بخشش کے بعض اشعار پر نازیبا ریمارک لگائے ہیں وہ ان کی علمی کم مائیگی اور فکری بے بضاعتی کی بنیاد پر ہے۔ امام احمد رضا خود سچے عاشق رسول تھے اور عشق رسالت سے سرشار جماعت کے نمائندے تھے اس لئے انہوں نے وارثِ نبی کا اہم فریضہ انجام دیتے ہوئے زبان و قلم کے ذریعہ بدعقیدگی کی اصلاح کی، عظمت رسالت سے بھرپور ترجمۂ قرآن کنزالایمان لکھا، اور عشق و محبت سے سرشار کوثر و تسنیم سے دھلے ہوئے نعتیہ اشعار قلم بند فرمائے دیوان حدائق بخشش کا ایک ایک شعر جس کی بیّن مثال ہے ۔ایک مسلمان کا چونکہ اپنے نبی ﷺ سے ایمان کا رشتہ ہوتا ہے اور ایمان کی بنیاد عشق نبی پر ہے اس لئے امام اہل سنت نے عشق نبی ہی کی بنیاد پر امت مسلمہ کی اصلاح و فلاح کے تعلق سے تجدیدی کارنامے انجام دیے۔ جو نام نہاد علماء اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ضلالت و گمراہی کا پرچار کر رہے تھے ان کی نہ صرف آپ نے نشاندہی کی بلکہ ان کے باطل نظریات کی بخیہ دری کرکے ملت اسلامیہ کے سامنے ننگا بھی کیا یہی وجہ ہے کہ ان نام نہاد علماء کے حواریین نے ان کے ساتھ معاندانہ رویہ نہ صرف روا رکھا بلکہ انتقامی جذبہ نے انہیں اتنا اندھا کر دیا کہ وہ بہتان تراشی اور الزام طرازی پر اتر آئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تمام خلاف شرع باتیں جس کی اسلام میں سختی سے ممانعت کی گئی ہے ان کی طرف منسوب کرنے لگے اور نہ صرف نسبت کرنے لگے اس کا موجد بھی گردانئے لگے۔ قبر پرستوں کا امام اور بدعتیوں کا پیشوا لکھا الغرض معاندین نے اطمینان قلب کے لئے نہ جانے کیسے کیسے گھناؤنے الفاظ کا سہارا لیا۔ سچ کہا ہے کسی نے کہ زمانہ کروٹ بدلتا ہے ان کے انتقال کو نصف صدی بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ زمانے نے کروٹ لی نفرت و عناد کی دبیز چادر ہٹنے لگی، حق آشکار ہونے لگا ،بہتان تراشوں کی زبانیں گنگ ہوئیں ذہنیت میں نوعی فرق آیا جنہیں ان کا نام سننا گوارہ نہ تھا وہ انہیں بالواسطہ نہیں بلا واسطہ پڑھنے لگے۔ اس سلسلے میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی پاکستان کی کاوشوں کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ سچ ہے جس قدر ان کے تعلق سے معاندین کا مطالعہ بڑھے گا نفرت و عناد کے بادل چھٹیں گے اسی قدر مام احمد رضا خاں قادری کی شخصیت آسمان علم و فضل پر نیر تاباں بن کر نمودار ہو گی۔ اس آفتاب علم و فن سے اپنے تو اکتساب نور کر ہی رہے تھے بیگانوں کی آنکھیں بھی چکا چوند ہوئیں ۔ حلقۂ معاندین میں سے کئی ایک نے مجھ سے ان کے تعلق سے کتابیں طلب کیں، مقالات میں حوالے دیئے اپنی ریسرچ و تحقیق کا موضوع بنایا۔ اگر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی سرگرمیاں اسی طرح اہل علم کے درمیان پہنچتی رہیں تو وہ دن دور نہیں کہ ان کی شخصیت تمام ارباب فضل و کمال کے لئے یکساں طور پر مینارۂ نور بن جائے گی"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2007ء، ص13)

بمبئی انڈیا میں ایک رسالہ "پیغامِ رضا" نکلتا ہے اس کے ایڈیٹر محترم جناب محمد رحمت اللہ صدیق صاحب نے اپنے پیغام میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی کاوشوں کا خاص کر ذکر کیا ہے آپ رقمطراز ہیں:

"عالمی پیمانے پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے افکار و نظریات کی اشاعت میں ادارۂ تحقیقات کو شاہ کلید کی حیثیت حاصل ہے۔ مخالفین اہل سنت نے امام احمد رضا کیخلاف جو منصوبہ بنایا تھا اور جو پروگرام ترتیب دیئے تھے، ادارۂ تحقیقات نے ان کے منصوبوں کو ہر طرح سے ناکام بنادیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فکر رضا میں اہل علم و فن کی دلچسپی بڑھتی جارہی ہے اور ان کے رویے میں تیزی کے ساتھ تبدیلی آرہی ہے۔ برصغیر

میں ادارۂ تحقیقات کی تقلید میں کچھ اور ادارے کھڑے ہو جاتے تو غلط فہمیوں کی ساری دیواریں کب کی منہدم ہو چکی ہوتیں۔ مسلمانوں میں فکری و مسلکی اتحاد کے ایک نئے دور کا آغاز ہو جاتا۔ اور اسلام مخالف عناصر کے عزائم خاک میں مل جاتے۔ پھر بھی ادراۂ تحقیقات کے پلیٹ فارم سے جو کام ہو رہا ہے اس نے بہت حد تک اس فریضے کو انجام دیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ ادارہ لائق صد ستائش ہے۔ ملت کے ہر فرد کو اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2007ء، ص17)

مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس2008ء:

28ویں امام احمد رضا کانفرنس ہفتہ 16صفر المظفر 1429ھ /23فروری 2008ء کو سرسید یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی کراچی کے آڈیٹوریم میں منعقد ہوئی تھی جس کی صدارت محترم المقام جناب ظلّ احمد نظامی چانسلر سرسید یونیورسٹی نے فرمائی اور مہمانانِ خصوصی وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی جناب مظہر الحق صدیق تھے جبکہ مقالہ نگار حضرات میں پروفیسر انور احمد زئی، پروفیسر ڈاکٹر قمرالحق صاحب، مولانا انوار احمد بغدادی اور پروفیسر دلاور خاں شامل تھے۔ اس کانفرنس میں راقم نے 1 گھنٹے کی "Power Point" پر "سائنٹفک ورک آف امام احمد رضا" کی Presentation دی تھی جس کو صدرِ مجلس جناب زید اے نظامی نے بہت سراہا اور اپنے خطبۂ صدارت میں کئی دفعہ راقم کی Presentation کا ذکر کیا اور یہاں تک کہا کہ آج تک انہوں نے امام احمد رضا پر اتنی مدلل Presentation نہیں دیکھی جو آج ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے یہاں پیش کی۔ پروگرام کے آخر میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے بھی فقیر کو قریب بلا کر مبارک باد دی اور فرمایا کہ آج آپ نے طبیعت خوش کر دی اور دعائیں دیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ آپ کو بولنے کی صلاحیت دے۔ راقم کی آپ کے ساتھ اس کانفرنس میں ہال سے نکلتے وقت یادگار تصویر لی گئی کہ یہ آپ کی آخری کانفرنس تھی کیونکہ اس کے چند ہفتے بعد آپ کا وصال 21ربیع الثانی 1429ھ / 28/اپریل2008ء کو ہوا تھا افسوس کہ فقیر کراچی میں نہیں تھا اس لیے آپ کے جنازے میں شریک نہ ہو سکا مگر آپ کی دعائیں آج بھی فقیر کے کاموں میں آسانیاں لا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ آمین!

اس کانفرنس کے موقع پر جن اہم شخصیات کے پیغامات مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس2008ء کے لیے موصول ہوئے ان کے اسماء ملاحظہ کریں:

(1)۔ جناب ظل احمد نظامی، چانسلر سرسید یونیورسٹی، آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، کراچی۔

(2)۔ جناب مظہر الحق صدیقی، وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی، جامشورو۔

(3)۔ پروفیسر ڈاکٹر بلال اے خاں، وائس چانسلر دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور۔

(4)۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد قیصر، وائس چانسلر وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی۔

(5)۔ پروفیسر ڈاکٹر محمود بٹ صاحب، وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

(6)۔ نسرین جلیل صاحبہ، سٹی ناظم کراچی۔

(7)۔ پروفیسر محمد رئیس علوی، رجسٹرار جامعہ کراچی۔

(8)۔ پروفیسر ڈاکٹر قمرالحق، رجسٹرار وفاقی اردو یونیورسٹی۔

(9)۔ پروفیسر ڈاکٹر ریاض احمد صاحب، ڈائریکٹر نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہسٹاریکل اینڈ کلچرل ریسرچ سینٹر، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

(10)۔ علامہ مولانا نور احمد بغدادی، ریسرچ اسکالر، جامعہ اسلامیہ بغداد، عراق۔

(11)۔ الحاج محمد سعید نوری، چیئرمین رضا اکیڈمی بمبئی، انڈیا۔

ان پیغامات میں سے سب سے پہلے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر بلال اے خاں کا مختصر مگر جامع پیغام ملاحظہ کریں:

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ عجیب صاحب کمال بزرگ تھے۔ پیر طریقت، معارف جامع علوم، تفقہہ کے پیکر، تزکیہ نفس کا آئینہ اور پھر مجاہد ملت، ان لافانی اور لاثانی بزرگ کے مواعظ، فتاویٰ اور تصانیف نے لاکھوں انسانوں کو نئی حیاتِ روحانی سے آشنا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ سرزمین بریلی کا نصیبہ بیدار ہوا تو عالم اسلام کے ہزاروں شہرستانِ فضل واقبال اس کے کوکبِ کمال کی ارجمندی پر قربان ہونے لگے۔ دین وملت کے قدیم مراکز اور علم وادب کے شہرہ آفاق بلادوامصار اس کی خوش بختی کو رشک آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگے انعام خداوندی اور فیضان محبتِ رسول کا سلسلہ شروع ہوا تو چشم فلک نے خود دیکھا اور گزشتہ چودھویں صدی ہجری کی پوری اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ عشق وعرفان کی اس دھرتی کو دہلی ولاہور، لکھنوورامپور اور خیر آباد وبدایواں کی ترجمانی ونمائندگی کا عظیم والشان اور قابل فخر اعزاز بخش دیا گیا۔ جس کے بعد نقشہ ہند پر چمکنے والا یہ روشن ستارہ عارفان حق اور اہلِ بصیرت کی نگاہوں میں حریف مہ وخورشید بن گیا اور اب اس کی ضیابار کرنیں دشت وجبل، وادی و کہسار اور انسانی آبادیوں کو شام وسحر رخشندہ وتابناک بنارہی ہیں۔ اک زمانے میں اس آفتاب علم وکمال کے چہرہ زیبا کو تشکیک کے گرد وغبار سے پراگندہ کرنے کوشش کی گئی تھی لیکن اب حقیقت واضح ہوگئی ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کو بجاطور پر نجات دہندہ ملت اسلامیہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس سارے تناظر میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل نے جو گراں قدر علمی اور تحقیقی خدمات سرانجام دی ہیں وہ بلاشبہ سنہرے حروف میں لکھی جائیں گی۔ خدا ہمیں اعلیٰ حضرت کی ہمہ جہت شخصیت اور لافانی تعلیمات سے فیض یاب ہونے کا شرف عطافرمائے۔ آمین!"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2008ء، ص14)

وفاقی اردو یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر محمد قیصر کے پیغام کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

"حضرت امام احمد رضا قبلہ نے اسلامی تعلیمات، سیرتِ طیبہ، علوم وفنون اور سائنسی تحقیق کے فروغ میں بہت نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اگر میں عرض کروں تو غلط نہ ہوگا کہ قرون وسطیٰ کے بعد ایک طویل علمی خلاء کو حضرت امام احمد رضا نے پُر کیا اور احیائے علوم کا ایک نیا سلسلہ دراز کیا قرآنِ کریم کا بہترین ترجمہ، بہترین نعتیہ مجموعہ اور فقہی مسائل وفتویٰ نیز فلسفہ وسائنس پر مبنی جتنا ذخیرہ کتب ورسائل کا آپ نے ورثہ چھوڑا ہے ایسی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی جس سے مسلم اساتذہ اور اسکالرز ہر طرح مستفید ہورہے ہیں۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2008ء، ص16)

پروفیسر ڈاکٹر محمود الحسن وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے پیغام کا اقتباس ملاحظہ کریں:

"حضرت امام احمد رضا خان بریلوی صاحب مشہورِ زمانہ اور شہرۂ آفاق عالم دین اور ایک علمی وادبی گھرانے کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کے تبحرّ علمی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ تقریباً ایک ہزار کتابوں کے مصنف ومؤلف اور مترجم ہیں۔ آپ کے علمی وادبی ذوق کے کئی رُخ اور پہلو ہیں۔ آپ کی تفسیری خدمت لازوال ہے۔ فقہ کے میدان میں آپ کا "فتاویٰ رضویہ" زندگی کے کثیر مسائل کے حل پر محیط ہے۔ نعتیہ ادب میں آپ نے نت نئے مضامین باندھے ہیں۔ غرض کہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے مفسر، محدث، فقیہہ، ادیب، مدرس ومعلم کی حیثیت سے دنیائے اسلام کی لازوال خدمت سرانجام دی ہے۔ آپ کی شخصیت پر نہ صرف پاک وہند میں بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی ریسرچ وتحقیق کا کام ہورہا ہے۔ آپ کی خدمات کے حوالے سے محققین نے درجنوں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالہ جات تحریر کئے ہیں۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2008ء، ص17)

محترم جناب الحاج محمد سعید نوری صاحب نے جو رضا اکیڈمی بمبئی کے سربراہ ہیں اور نوری مشن کے روح رواں انہوں نے اپنے پیغام میں ادارے کی پذیرائی کرتے ہوئے نیک تمناؤں کا اظہار فرمایا آپ رقمطراز ہیں:

"ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی بڑی حکمت ودانش مندی کے ساتھ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے افکار و نظریات اور تعلیمات کو علمی دنیا میں متعارف کروا رہا ہے، نیز عالمی جامعات وتحقیقاتی اداروں میں ریسرچ و تحقیق کے حوالے سے جو پیش رفت ہوئی ہے وہ لائق تحسین ہے۔ یہ جان کر ہمیں بڑی مسرت وشادمانی ہوئی اسی ماہ میں ادارے کی سالانہ 28ویں انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس کراچی میں منعقد ہو رہی ہے۔ ہم اس کانفرنس کے کامیابی وکامرانی کے ساتھ انعقاد کے لیے دعا گو ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ادارہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے حسبِ معمول خلوص ولگن اور للّٰہیت کے ساتھ سرگرم رہے گا بلکہ روز افزوں ترقی کرے گا۔ انشاء اللہ۔ کانفرنس کے انعقاد پر ہر سال پابندی کے ساتھ سالنامہ معارفِ رضا کی اردو کے ساتھ ساتھ عربی/انگریزی/ بنگلہ زبانوں میں اشاعت کے علاوہ، متعدد کتب کی اشاعت ایک تاریخی نوعیت کا علمی کام ہے جس کے اثرات دیرپا ثابت ہوں گے۔ آج علمی دنیا ادارے کی مطبوعات سے استفادہ کر رہی ہے اور آپ تمام ارکان کی کارکردگی کو بہ نظر استحسان دیکھتی ہے۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2008ء، ص26)

اس مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2008ء میں احقر کے دو اہم مقالات اوّل "امام احمد رضا کی سائنسی علوم پر خدمات" اور دوم "امام احمد رضا کا نظریہ مد وجزر" اس مجلّہ میں شائع ہوئے تھے ساتھ ہی ساتھ ایک اور اہم سائنس کے حوالے سے مقالہ ڈاکٹر محمد مالک کا بھی شاملِ اشاعت ہے جس کا عنوان "امام احمد رضا کا نظریہ روشنی" ہے جب کہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کا مضمون بعنوان "فکرِ رضا کا بین الاقوامی نقیب وسفیر" قابل ستائش ہے جس میں انہوں نے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کا بحیثیت Observer جائزہ لیا ہے۔

29ویں دوروزہ سالانہ امام احمد رضا کانفرنس 1430ھ/2009ء:

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے اپنی 29ویں سالانہ کانفرنس امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کنز الایمان کے حوالے سے منعقد کی کیونکہ امام احمد رضا نے اردو زبان میں اپنا ترجمۂ قرآن مولانا مفتی امجد علی اعظمی کو 1330ء میں املا کروادیا تھا جو 1330ھ میں حسنی پریس بریلی سے شائع ہوا تھا اس مناسبت سے کنز الایمان کے 100 سالہ جشن کے اعتبار سے اس کانفرنس کو بھی کنز الایمان سے منسوب کر دیا گیا اور کثیر تعداد میں مقالہ نگاروں کے باعث اس کانفرنس کو دوروزہ کر دیا گیا۔ اس کا پہلا سیشن 14 فروری 2009ء کو وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس و انفارمیشن ٹیکنالوجی کراچی کیمپس کے عبد القدیر خاں آڈیٹوریم، گلشنِ اقبال میں منعقد کیا گیا جس کی صدارت اس وقت کے وفاقی وزیر برائے زکوٰۃ وعشر جناب علامہ نور الحق قادری صاحب نے فرمائی جب کہ مہمانانِ خصوصی کے طور پر پروفیسر ڈاکٹر محمد قیصر وائس چانسلر جامعہ اردو اور حضرت علامہ مولانا پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صدر مرکزی مجلسِ رضا لاہور تھے۔ مقالہ نگاروں میں علامہ مفتی محمد خاں قادری، علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی اور پروفیسر ڈاکٹر عبد الودود تھے جو بنگلہ دیش سے اس کانفرنس میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ جب کہ اس کا دوسرا سیشن بروز اتوار 15 فروری 2009ء المصطفیٰ ویلفیئر سینٹر گلشن اقبال میں منعقد ہوا تھا۔ جس کی صدارت صاحبزادہ صمصام علی شاہ بخاری وزیر مملکت اطلاعات ونشریات تھے جب کہ مہمانِ خصوصی سرسید انجینئرنگ یونیورسٹی کے چانسلر جناب زیڈ۔ اے نظامی صاحب تھے۔ مقالہ نگاروں میں مفتی عبد الحق نعیمی، بنگلہ دیش اور مولانا عبد المنان صاحب مترجم کنز الایمان بزبان بنگلہ بھی بنگلہ دیش سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ مولانا

شہزاد مجددی، پروفیسر مجیب احمد اور پروفیسر سید اسد محمود کاظمی آزاد کشمیر سے تشریف لائے تھے۔

قارئین کرام 1430ھ کا سال چونکہ تمام عالم میں کنزالایمان کی صد سالہ تحریر کے حوالے سے منایا جارہا تھا اس لیے ہم نے بھی اس سال کانفرنس کو کنزالایمان سے منسوب کردیا تھا۔ اس سال بھی فقیر نے 40 منٹ کی کنزالایمان کے حوالے سے Presentation پاور پوائنٹ پر پیش کی تھی جس کو خوب سراہایا گیا۔ اکثر مقالات نگاروں نے کنزالایمان کے حوالے سے ہی اپنے مقالات پیش کئے تھے اور معارفِ رضا کے لیے بھی ایک کثیر تعداد میں مقالات موصول ہوئے تھے جن کو سالنامہ معارفِ رضا 2009ء میں شائع کیا گیا۔ معارفِ رضا کے 376 صفحات میں 30 مقالات کنزالایمان کے حوالے سے لکھے گئے تھے۔ اسی طرح مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2009ء میں بھی 6 مضامین کنزالایمان کے حوالے سے شائع کئے گئے تھے وہ اہلِ قلم اور محققین جو کنزالایمان کے حوالے سے کام کرنا چاہتے ہوں وہ ضرور 2009ء کے سالنامہ معارفِ رضا اور مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2009ء کا مطالعہ کریں:

کنزالایمان پر کئی اہلِ قلم نے تنقید بھی کی ہے مگر مولانا کوثر نیازی نے اس کا جواب دے کر تمام تنقید نگاروں کا جواب دے دیا ملاحظہ کریں کوثر نیازی کا بے لاگ اور حقیقت افروز تبصرہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی" کے ترجمہ کو دیکھ لیں قرآن پاک شہادت دیتا ہے "مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰی" رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بھٹکے "ضَلَّ" ماضی کا صیغہ ہے مطلب یہ ہے کہ ماضی میں آپ کبھی گم گشتہ راہ نہیں ہوئے۔ عربی زبان ایک سمندر ہے اس کا ایک ایک لفظ کئی کئی مفہوم رکھتا ہے ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد وافکار کے رنگ میں ان کا کوئی سا مطلب اخذ کرلیتے ہیں "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا" کا ترجمہ "مَا ضَلَّ" کی شہادت کو سامنے رکھ کر عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق کرنے کی ضرورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھو انہوں نے آیتِ قرآنی سے کیا انصاف کیا؟

دیوبند کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن ترجمہ کرتے ہیں "اور پایا تجھکو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی" کہا جاسکتا ہے کہ محمود الحسن ادیب نہ تھے ان سے چوک ہوگئی، آئے شاعر، ادیب اور مصنف اور صحافی مولوی عبد الماجد دریا آبادی کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کا ترجمہ ہے:

"اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا" مولوی دریا آبادی پرانی وضع کے اہلِ زبان تھے، ان کے قلم سے صرف نظر کرلیجئے۔ اس دور میں اردو معلّٰی میں لکھنے والے اہلِ قلم حضرات سید ابو الاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیجئے ان کا ترجمہ ہے "اور تمہیں ناواقف راہ پایا پھر ہدایت بخشی" پیغمبر کی گمراہی اور پھر ہدایت یابی میں جو وسوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں انہیں نظر میں رکھیے اور پھر "کنزالایمان" میں امام احمد رضا خاں کے ترجمے کو دیکھئے:

بیاورید　گرا　ینجا بود سخن　دانے
غریب　شہر　سخن　ہائے　گفتنی　دارد

امام احمد رضا نے کیا عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے فرماتے ہیں: "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ امام احمد رضا علوم قرآنی میں غیر معمولی بصیرت رکھتے تھے اس لیے انہوں نے ترجمہ ایسا کیا جو تمام تفاسیر معتبرہ کا خلاصہ اور ان کے علوم فکری، وسیع النظری کا نچوڑ اور اردو ادب کے سر کا تاج ہے۔ (از کوثر نیازی، مولانا احمد رضا بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت، ص20-21، مطبوعہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا)

قارئین کرام کے علم میں یہ بات لانا چاہوں گا کہ امام احمد رضا برصغیر پاک وہند کے واحد مترجم قرآن ہیں جن کا ترجمہ قرآن 50 سے زیادہ پبلشر شائع کرچکے ہیں۔ امام

احمد رضا کے اردو ترجمۂ قرآن کنزالایمان کے اب تک 6 مختلف مترجمین نے انگریزی میں ترجمے کئے ہیں جب کہ پاکستان کی مقامی زبانوں میں سے اب تک سندھی، پشتو، سرائیکی، بروہی، چترالی اور ہندکو میں بھی ترجمے ہوچکے ہیں جب کہ ہندوستان میں ہندی اور گجراتی میں تراجم کئے جاچکے ہیں جبکہ بین الاقوامی زبانوں میں ڈچ، ترکی، کریول (ماریشس) بنگلہ (بنگلہ دیش) زبانوں میں بھی تراجم شائع ہوچکے ہیں جب کہ امام احمد رضا کے ترجمہ کو بنیاد بناکر اب تک 8 مفسرین قرآن پر حاشیہ اور تفاسیر لکھ چکے ہیں کنزالایمان کی تاریخ کے اعتبار سے مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2009ء میں راقم کا مضمون ''صد سالہ جشن کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' آپ کو کنزالایمان کی تاریخ سے آگاہی دے گا اور اگر مزید تفصیل جاننا چاہیں تو راقم کا Ph.D کا مقالہ جو ادارے نے 1999ء میں شائع کیا تھا اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

اس سال مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس کے لیے جن شخصیات کے پیغامات موصول ہوئے ان میں مولانا سید حامد سعید کاظمی وفاقی وزیر مذہبی امور، ڈاکٹر عشرت العباد گورنر سندھ، جناب زیڈ اے نظامی چانسلر سرسید یونیورسٹی، ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی کے پیغامات قابل ذکر ہیں اس کے علاوہ ڈاکٹر محمد اشفاق جلالی گورنمنٹ ڈگری کالج جہلم، جناب ڈاکٹر انعام الحق کوثر اور سلیم اللہ جندران کے پیغامات میں بھی امام احمد رضا کی تعلیمات کو نمایاں کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے سلیم اللہ جندران کا بھیجا ہوا انگریزی پیغام میں سے ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

"Imam Ahmad Raza International Research Institute (Regd.) Karachi (Pakistan) deserves great gratitude and hearty congratulations for spreading the noble teachings and true scholarship of Imam Ahmad Raza across the world through holding of annual Imam Ahmad Raza conference, continually, since 1980. This institute has rendered unique services in a selfless spirit for the promotion of Rizviyyat as an emerging discipline and need-based subject of knowledge. The institute has produced plentiful Rizviyyat literature. It has provided a precious opportunity for the get-together of Rizviyyat Experts through the medium of annual Imam Ahmad Raza conferences and issuance of Ma' arif-e-Raza Journal on a permanent basis. The institute has also shown commendable contribution for advancement of higher studies in the realm of Rizviyyat. However, still it has to go a long way!"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2009ء، ص22)

پروفیسر ڈاکٹر اشفاق جلالی نے کانفرنس کے موقع کے اعتبار سے کنزالایمان کے حوالے سے اپنے پیغام میں کنزالایمان کو عشق الٰہی اور حبِ رسول میں ڈوبا ہوا قرار دیا آپ اپنے پیغام میں رقمطراز ہیں:

''عالم اسلام کی عظیم عبقری شخصیت علوم و فنون کا کوہ ہمالیہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تیرھویں صدی ہجری میں ہندوستان کی سرزمین پر جس انداز میں تبلیغ و اشاعت اسلام اور تجدید و احیائے دین کا اھم فریضہ انجام دیا۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی تعظیم الوہیت، تحفظِ ناموس رسالت شعائر اسلامی کے تحفظ و امت مسلمہ کی بیداری کیلئے وقف کردی۔ دو سو سے زائد علوم و فنون کے اندر ایک ہزار کے قریب آپ کے قلمی شہ پارے موجود ہیں۔ جن میں سے کچھ طباعت کے زیور سے آراستہ ہوچکے ہیں۔ اور کچھ عالم اسلام کے محققین کے منتظر ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا ایک عظیم الشان اور مایۂ ناز کارنامہ قرآن مجید کا ترجمہ ہے جو انہوں نے کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کے عنوان سے تیرہ سو تیس ہجری میں تکمیل فرمایا۔ اگرچہ اردو زبان میں تین سو سے زائد تراجم اشاعت پذیر ہو

چکے ہیں۔ مگر کنز الایمان ان تراجم کے درمیان ایک منفرد اور مثالی حیثیت کا ترجمہ ہے۔

یہ ترجمہ صرف لغت کو پیش نظر رکھ کر نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ تفسیری اور بامحاورہ ترجمہ متقدمین کی تفاسیر کا نچوڑ ہے۔ اور عشق الٰہی اور حبّ رسول ﷺ میں ڈوب کر یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت چونکہ علم کلام، عربی زبان وادب اور اردو زبان و ادب اور دیگر علوم و فنون میں مہارت کاملہ رکھتے تھے۔ اس لئے آپ کے ترجمہ میں تعظیم الوہیت، تعظیم رسالت اور راجح تاویل کو خصوصی طور پر ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے جس سے بالعموم دیگر ترجم خالی نظر آتے ہیں۔

کنز الایمان کو دن بدن مقبولیت حاصل ہوتی چلی گئی اور بعد میں ہونے والے بہت سارے تراجم میں مترجمین نے کنز الایمان کی پیروی کی۔

ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ کنز الایمان کو انگریزی زبان کی طرح دنیا کی مختلف اور دیگر زبانوں میں بھی منتقل کیا جائے۔ اب جب کہ کنز الایمان کا سال منایا جا رہا ہے۔ اس موقع پر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے صدر اور اراکین اور معاونین کا کراچی میں سالانہ کنز الایمان انٹرنیشنل کانفرنس کا انعقاد اور معارف رضا کے کنز الایمان کے نمبر کی اشاعت جو گراں قدر مقالہ جات اور محققانہ مضامین پر مشتمل ہے۔ قابل صد تحسین و آفرین ہے"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2009ء، ص24)

مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2010ء:

30ویں امام احمد رضا کانفرنس 6 فروری 2010ء کو جامعہ کراچی کے شیخ اسلامک سینٹر کے آڈیٹوریم میں منعقد ہوئی جس کی صدارت اس وقت کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی صاحب نے فرمائی جب کہ مہمانِ خصوصی کے طور پر پروفیسر ڈاکٹر نذیر احمد مغل وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی جامشورو اور شیخ زید اسلامک سینٹر کے ڈائریکٹر جناب پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحبان تھے۔

اس کانفرنس کی خاص بات یہ تھی کہ ادارے نے اس میں نوجوان اسکالرز کو بحیثیت مقالہ نگار دعوت دی تھی جس میں مولانا امجد رازی، ڈاکٹر غضنفر احمد، پروفیسر دلاور خاں اور ڈاکٹر برہان الدین شامل تھے جنھوں نے اپنے مقالات پیش کرکے خوب داد وصول کی۔ اس موقع پر جن شخصیات نے اپنے اپنے پیغامات ہماری کانفرنس کے وقت ارسال کئے ان میں مندرجہ نام قابلِ ذکر ہیں:

(1)۔ جناب مولانا سید حامد سعید کاظمی، وفاقی وزیر مذہبی امور۔

(2)۔ پروفیسر ڈاکٹر نذیر احمد مغل، وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی جامشورو۔

(3)۔ پروفیسر انوار احمد زئی، چیئرمین بورڈ آف انٹر میڈیٹ، کراچی۔

(4)۔ پروفیسر ڈاکٹر قمر الحق، رجسٹرار اردو وفاقی یونیورسٹی۔

(5)۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد انور خاں، چیئرمین شعبہ تقابل ادیان، سندھ یونیورسٹی جامشورو۔

(6)۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد وقار الحسن وقار، رئیس کلیہ فنون و قانون وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی کیمپس۔

(7)۔ پروفیسر ڈاکٹر ممتاز بھٹو صاحبہ، ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز پرسٹن یونیورسٹی کراچی۔

اب ملاحظہ کریں وفاقی وزیر مذہبی امور حکومتِ پاکستان جناب مولانا سید حامد سعید کاظمی کے پیغام کا اقتباس:

"یہ حقیقت ہے کہ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی علوم و فنون کے فروغ میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں ہیں۔ آپ نے شریعت و طریقت، علوم و فنون اور علم و آگہی کو نئی جہتوں سے ہم کنار کیا۔ عقیدہ توحید کا کماحقہٗ پرچار کیا اور عشقِ رسول ﷺ نہ صرف عام کیا بلکہ مسلمانوں کو حُبِّ رسول ﷺ سے آشنا کیا اور یہ سمجھایا کہ یہی وہ چشمہ ہے

جس سے عامۃ الناس کو روحانی جلا نصیب ہوتی ہے جس سے سیر ابی ان کے من کو مہکا دیتی ہے۔ جو ان کو دُنیا و آخرت میں سرخروئی کا سندیسہ دیتی ہے۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2010ء، ص8)

کراچی انٹر میڈیٹ بورڈ کے سربراہ جناب پروفیسر انوار احمد زئی کا پیغام بھی ملاحظہ ہو جس میں انہوں نے ادارے کی خدمات کا اعتراف بھی کیا ہے۔ آپ رقمطراز ہیں:

"امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی ہمہ گیر شخصیت بیک وقت عالمِ دین، مصنف، صوفی، مفسر قرآن وحدیث، فقیہ اور عشقِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کلیتاً ڈوبے ہوئے شاعر کی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے روایتی علماء کی طرح صرف مذہبی موضوعات پر ہی کتابیں نہیں لکھی ہیں بلکہ سائنس، منطق، فلسفہ اور بینکنگ وغیرہ کے عنوانات پر بھی معرکتہ الآراء تصانیف ہماری رہنمائی کے لیے چھوڑی ہیں۔ دینی میدان میں بیش بہا خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے قیامِ پاکستان کی تحریک میں بھی اپنے حصے کا کام بخوبی پورا کیا۔ اعلیٰ حضرت کے لاکھوں معتقدین نے قیامِ پاکستان کے لیے کام کیا۔ آج پوری دنیا میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے علم وفن کا اعتراف کیا جارہا ہے اور تقریباً 35 جامعات میں اسکالرز اعلیٰ حضرت کی زندگی کے مختلف زاویوں پر Ph.D کے مقالے لکھ کر ڈاکٹریٹ کررہے ہیں۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کی امام احمد رضا محدث بریلوی کی تعلیمات کو فروغ دینے کے لیے جو خدمات ہیں ان کا اندازہ تو ادارہ کی تحریک پر 22 پی ایچ ڈی، 8 ایم فل اور 13 ایم ایڈ کرنے والے افراد کی فہرست دیکھ کر ہی بخوبی ہوجاتا ہے۔ میں ذاتی طور پر بھی جانتا ہوں کہ کتابوں کی اشاعت کے ساتھ ساتھ دورِ جدید کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ادارے نے اپنی ویب سائٹ بھی بنالی ہے جس پر ادارے کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والی تمام کتابیں بغیر کسی قیمت کے پیش کی گئی ہیں اور امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی کتب کی سی ڈیز بھی تیار کی جارہی ہیں۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2010ء، ص10)

پروفیسر ڈاکٹر ممتاز بھٹو صاحبہ جو ان دنوں پرسٹن یونیورسٹی میں ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز ہیں اپنے پیغام میں امام احمد رضا کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی شخصیت عالمِ اسلام کے لیے نابغۂ روزگار ہے، آپ بیک وقت مصلح، مجدّد اور مجتہد تھے۔ آپ کو دینی وعصری علوم پر گہری گرفت تھی جس کا اعتراف مسلم وغیر مسلم تمام مؤرخین نے کیا ہے۔ آپ ایک عالمِ دین، صاحب شریعت و طریقت، ایک ہزار سے زائد گرانقدر کتب کے مصنف، الغرض قدیم وجدید علوم کا کوئی ایسا پہلو نہ تھا جس پر آپ کو دسترس حاصل نہ ہو۔ آپ کا تصنیف کردہ "فتاویٰ رضویہ" گزشتہ صدی کا اسلامی تعلیمات کا انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی تعلیم کا بنیادی مقصد خدا پرستی اور رسول شناسی تھا۔ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا شمار ان عظیم شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے برصغیر پاک وہند میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں ایک تاریخی کردار ادا کیا۔ آپ کی تعلیمات تحقیق وجستجو اور تصانیف وتالیفات کا محور ومرکز صرف اور صرف عشقِ رسول ﷺ ہے۔ یہی علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کا پیغام ہے۔

محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2010ء، ص14)

(جاری ہے۔۔۔)

38ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس 2017ء

کی روزنامہ ''دُنیا'' کراچی میں شائع ہونے والی خبر

DAILY DUNYA KARACHI www.dunya.com.pk

بانی ایڈیٹر انچیف میاں عامر محمود

روزنامہ دُنیا کراچی

Saturday November 26, 2016

جلد نمبر 6 | ہفتہ 25 صفر المظفر 1438ھ 26 نومبر 2016ء | شمارہ نمبر 12

رجسٹرڈ نمبر 357 | فون نمبر: 021-111-177-777، فیکس نمبر: 021-35114030 | صفحات 16 قیمت 12 روپے
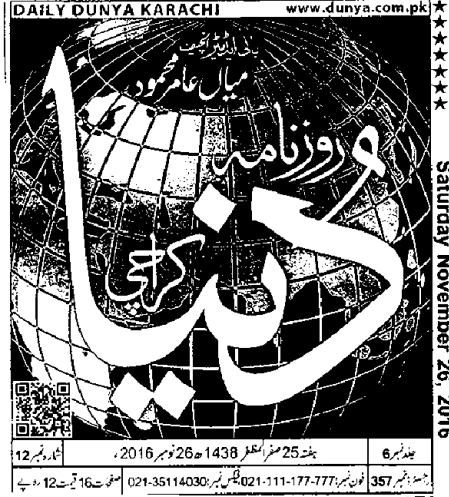
صوفیائے اسلام نے اردو کو فروغ دیا، پروفیسر سحر انصاری

امام احمد رضا بیک وقت عظیم عالم، مفسر، محدث اور نعت گوئی میں منفرد شاعر تھے

جامعات میں امام احمد رضا چیئر قائم کی جائے، ڈاکٹر ریاض مجید و دیگر کا خطاب

کراچی (اسٹاف رپورٹر) نائب صدر انجمن ترقی اردو پاکستان پروفیسر ڈاکٹر سحر انصاری نے کہا ہے کہ امام احمد رضا بیک وقت ایک عظیم عالم، مفسر، محدث، فقیہ، مفکر، فلاسفر، خطیب، اردو کے بلند پایہ ادیب اور نعت گوئی میں منفرد حیثیت کے شاعر تھے، بلاشبہ صوفیائے اسلام نے برصغیر پاک و ہند میں تعلیم و تبلیغ سے اردو ادب کو سب سے زیادہ فروغ دیا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل اور شعبہ اردو جامعہ کراچی کے اشتراک سے آرٹس آڈیٹوریم میں منعقدہ 37ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس بعنوان ''مولانا احمد رضا کی ادبی خدمات'' سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے کیا۔ کانفرنس میں قراردادوں کے ذریعے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں فوری طور پر اردو زبان کو تمام شعبوں میں نافذ العمل کیا جائے، پاکستان کی تمام جامعات میں امام احمد رضا چیئر قائم کی جائے۔ کانفرنس میں ممتاز اسکالرز ڈاکٹر ریاض مجید، ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس، صدر ادارہ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، پروفیسر دلاور خان نوری، آزاد بن حیدر نے خصوصی خطاب جبکہ پروفیسر شاداب احسانی، پروفیسر طاہر مسعود، پروفیسر تنظیم الفردوس، پروفیسر کاشف عرفان نے مقالات پیش کیے۔ ڈاکٹر ثاقب محمد خان، قاضی نور الاسلام شمس و دیگر نے قراردادیں پیش کیں۔ ڈائریکٹر ریسرچ و پبلی کیشنز رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد ڈاکٹر ریاض مجید نے کہا کہ اردو ادب کے نعت گو شعراء میں امام احمد رضا کو اپنے معاصرین میں امتیازی مقام حاصل ہے۔

GOVT. COLLEGE OF TECHNOLOGY
S.I.T.E., KARACHI-75700

پیغام

قابل ستائش کارنامہ

کائنات میں ذکر کی دو اقسام سب سے مقدس اور عظیم تر ہوتی ہیں۔ اوّل ذکرِ اللہ عزوجل اور دوم ذکرِ رسول اللہ ﷺ۔ وہ شخصیات اور ادارے قابل تحسین اور خراج عقیدت کے عین مستحق ہوتے ہیں جو دونوں اذکار کو اوّلیت اور فوقیت جانتے ہیں۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹر نیشنل، کراچی، پاکستان۔ مجددِ ملّت حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں اُن کی علمی، دینی، سماجی اور ادبی خدمات کو سراہنے کے لئے جو خدمات انجام دے رہا ہے وہ قابل ستائش ہے۔ اِس ادارے کے زیر اہتمام 38ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرس کے انعقاد کے موقع پر میں ادارہ کے صدر مولانا سید وجاہت رسول قادری اور پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے دربارِ خداوندی میں بدستِ دُعا ہوں کہ اللہ رب العزت اس ادارے کو بفضل خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترقی کی ان گنت راہوں پر گامزن فرمائے۔ (آمین)

27 اکتوبر 2017

QAZI ZAHEER-UL-HASNAIN
PRINCIPAL
GOVT. COLLEGE OF TECHNOLOGY
S.I.T.E., KARACHI.

قاضی ظہیر الحسن

MC-1071